قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 7/ ستمبر 2022ء | 10/ صفر 1444 ہجری قمری | 7/ تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:190

فرمانِ رسولؐ

حضرت جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ ﷺ حنین سے آرہے تھے کہ بدوی لوگ آپ سے لپٹ گئے۔ وہ آپ ﷺ سے مانگتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ببول کے ایک درخت کی طرف ہٹنے کے لئے مجبور کر دیا جس کے کانٹوں میں آپ ﷺ کی چادر اٹک گئی۔ رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان جنگلی درختوں کی تعداد کے برابر اونٹ ہوتے تو مَیں اُنہیں تم میں بانٹ دیتا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفۃ قلوبھم و غیرہم ... حدیث نمبر 3148)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

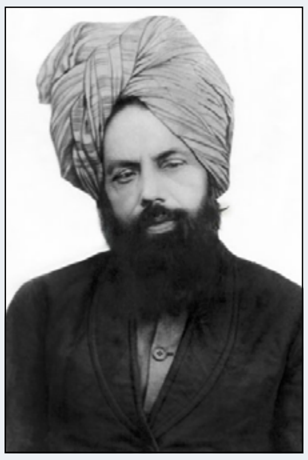

معاشرے کا امن ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے اور معاف کرنے سے وابستہ ہے

- اے ہموطن پیارو!! میں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ میں آپ کو دکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں بلکہ میں نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کر لیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں وہ نہ صرف بیجا مداخلت سے جس کے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں خدا کے گنہگار ہیں۔ بلکہ وہ اس گنہ کے بھی مرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 460 مطبوعہ 2008ء)

- خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ (الانعام:109)

یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے۔ کیوں کہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 460-461 مطبوعہ 2008ء)

- پہلا خلق ان میں سے **عفو** ہے۔ یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔

وَ الۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران:135)۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُہَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (الشوریٰ: 41)

یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہو۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351 مطبوعہ 2008ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَ قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۵۴﴾ رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یَرۡحَمۡکُمۡ اَوۡ اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ وَکِیۡلًا ﴿۵۵﴾

(بنی اسرائیل: 54-55)

ترجمہ: اور تو میرے بندوں سے کہہ (کہ) وہی بات کہا کریں جو (سب سے) زیادہ اچھی ہو (کیونکہ) شیطان یقیناً ان کے درمیان فساد ڈالتا رہتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا (کھلا) دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں (سب سے) زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دے گا اور (اے رسول)! ہم نے تجھے ان کا ذمہ وار بنا کر نہیں بھیجا۔

فرمان خلیفہ وقت

یہاں مَیں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے خطّہ پر مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ دنیا کا بہت سا علاقہ مسلمان کے زیرِ نگیں ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کو خدا تعالیٰ نے قدرتی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں۔ مسلمان ممالک یو این او (UNO) کا حصہ بھی ہیں۔ قرآنِ کریم جو مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے بھی ہیں تو پھر کیوں ہر سطح پر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا پر ظاہر کرنے کی مسلمان حکومتوں نے کوشش نہیں کی۔ کیوں نہیں یہ کرتے؟ قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ اتنے عرصہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کبھی مسلمان ملکوں کی مشترکہ ٹھوس کوشش نہیں ہوئی کہ تمام انبیاء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر نبی کی عزت و ناموس کے لئے دنیا کو آگاہ کریں اور بین الاقوامی سطح پر اس کو تسلیم کروائیں۔ گو یو این او (UNO) کے باقی فیصلوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں ہو گا، پہلے کونسا امن چارٹر پر عمل ہو رہا ہے لیکن کم از کم ایک چیز ریکارڈ میں تو آجائے گی۔ او آئی سی (OIC)، آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز جو ہے، یہ قائم تو ہے لیکن ان کے ذریعہ سے کبھی کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہوئی جس سے دنیا میں مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 ستمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- سسکتی دنیا کو زیست اک دن ہمارے ہاتھوں نصیب ہو گی (منظوم)
- احکام خداوندی
- دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے
- سو سال قبل کا الفضل
- تلخیص صحیح بخاری سوالاً و جواباً
- قومی اسمبلی میں احمدیت کے مقابلہ میں علماء کی ناکامی کا اعتراف
- سٹرائیک اور ہڑتال کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا مؤقف

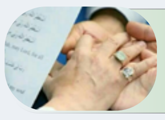

دربارِ خلافت

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو

اللہ کی پناہ میں آنے کی چند دعاؤں کا تذکرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

احسن بات اُس وقت ہو گی، نیکیوں میں بڑھنے اور شیطان سے بچنے کی حالت بھی اُس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شاملِ حال ہو گی۔ اُس سے دعاؤں کے ساتھ ہدایت طلب کرتے ہوئے اُس کے احکام کی تلاش اور شیطان سے بچنے کی کوشش ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اور اُس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی رِیا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے۔‘‘یعنی نماز پڑھنے والے کے دل میں خیالات پیدا کرکے۔ ’’ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ پس اس کے حملہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے حملے فاسقوں، فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں۔ وہ تو اس کا گویا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چُوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقع پا کر ان پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے۔ جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطان کی باریک در باریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ رِیا اور عُجب وغیرہ سے بچنے کے واسطے ایک ملامتی فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور سَیّئات کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔‘‘ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو کہتے ہیں نیکیاں ظاہر نہ کرو اور اپنی برائیاں ظاہر کرو تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بڑے نیک ہیں۔ فرمایا کہ: ’’وہ اس طرح پر سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملوں سے بچ جاتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ بھی کامل نہیں ہیں۔ ان کے دل میں بھی غیر ہے۔ اگر غیر نہ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ انسان معرفت اور سلوک میں اس وقت کامل ہوتا ہے جب کسی نوع اور رنگ کا غیر ان کے دل میں نہ رہے اور یہ فرقہ انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ یہ ایسا کامل گروہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں غیر کا وجود بالکل معدوم ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 630-631)

بہرحال اس سے یہ بھی کوئی نہ سمجھ لے کہ انبیاء کو یہ مقام ملتا ہے اس کی کوشش کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ کسی کو نہیں مل سکتا۔ کئی مواقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی فرمایا ہے کہ تم اپنے معیار اونچے کرنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ۔ بلکہ فرمایا کہ ولی بنو، ولی پرست نہ بنو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 139)

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کو پیش فرما کر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے، اس پر چلنے کی کوشش کرو۔

پس شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسن قول ضروری ہے۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر دعا بھی اللہ تعالیٰ نے سکھائی کہ قرآنِ کریم کی آخری دو سورتیں جو ہیں جس میں شیطان کے ہر قسم کے حملوں سے بچنے کی دعا ہے۔

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (حٰمٓ السجدہ:37) اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچی ہے، ایسی باتیں شیطان پہنچائے جو احسن قول کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ پڑھو۔ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ یہ امید دلاتا ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے کہ اگر نیک نیتی سے دعائیں کی گئی ہیں تو یقیناً وہ سنتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 18/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

سسکتی دنیا کو زیست اک دن ہمارے ہاتھوں نصیب ہو گی

سسکتی دنیا کو زیست اک دن ہمارے ہاتھوں نصیب ہو گی
خدا ہمارا بہشت اب بھی ہے، فتح ہم سے قریب ہو گی

لہو شہیدوں کا رنگ لا کر جو لالہ زاروں میں کھل اٹھے گا
نئے چمن جب کھلیں گے ہر سو بہار کتنی عجیب ہو گی

ابو ہریرہ کا قولِ برحق ”بخ بخ“ پھر سنائی دے گا
قفس یہ ابھریں گے تخت بن کر، وہ سلطنت بھی عجیب ہو گی

ہدیٰ کے پرچم کو سنگ لے کر بڑھے چلے ہیں، بڑھے چلیں گے
ہزار طوفاں اٹھیں تو کیا غم، ہر اک ہوا یوں حبیب ہو گی

ہماری لذت کے اور محور، سکوں کا مرکز خدا ہمارا
جو ہم سے ملنا تو یاد رکھنا یہ دنیا آخر رقیب ہو گی

فلک پہ سورج چمک رہا ہے، اُجالا ہر سو بکھر رہا ہے
جو بند رکھو گے آنکھ اپنی تو صبح کیسے نصیب ہو گی

محبتوں کے ہمی پیمبر، ہمارے دم سے وفا سلامت
بجھے گی نفرت کی آگ جس دم ضیاء! گھڑی وہ طبیب ہو گی

فرحت ضیاء راٹھور

صبیحہ محمود۔جرمنی

احکام خداوندی

اللہ کے احکام کی حفاظت کرو۔ (الحدیث)

قسط 52

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتا ہے۔‘‘

(کشتی نوح)

دعوت الی اللہ (حصہ 3)

داعی الی اللہ کی صفات (انذار اور تبشیر)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۸﴾

(الاحزاب:46-48)

اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشّر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔ اور مومنوں کو خوشخبری دیدے کہ (یہ) ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

(یونس:3)

کیا لوگوں کے لئے تعجب انگیز ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی نازل کی (اِس حکم کے ساتھ) کہ لوگوں کو ڈرا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دے کہ ان کا قدم ان کے ربّ کے نزدیک سچائی پر ہے۔

انذار و تبشیر تا اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ، اُس کی مدد اور تعظیم کرو

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۹﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۱۰﴾

(الفتح:9-10)

یقیناً ہم نے تجھے ایک گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے طور پر بھیجا۔ تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔

حضرت نوح کے انذار (تبلیغ) کے خوبصورت انداز

حضرت نوحؑ نے دعوت الی اللہ میں جن طریقوں کو اپنایا وہ ذیل میں درج ہیں:۔

1. اپنی رسالت کا اعلان
2. اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت (عذاب) جب آئے گا تو ٹالا نہیں جا سکتا۔
3. رات اور دن دعوت میں مصروف رہنا۔
4. پیغام جن کو پہنچایا جا رہا ہے جب وہ سننے سے انکار کر دیں، استکبار کریں اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں تو بلند آواز سے دعوت دینا۔
5. اخفاء اور اعلان، دونوں طریق کو دعوت الی اللہ میں آزمانا۔
6. بخشش طلب کرنے کی ترغیب دلانا۔
7. بخشش کی وجہ سے انعامات کے نزول کا ذکر کرنا۔
8. وقار کی توقع رکھنے کی تلقین کرنا۔
9. کائنات اور ان کی تخلیق کا ذکر کرنا۔
10. عذاب کا ذکر کرنا اور اس امر سے متنبہ کرنا کہ جن چیزوں پر وہ بھروسہ کئے ہوئے ہیں وہ کسی کام نہیں آئیں گی۔
11. آخر پر ان کا انکار اور استکبار پر اصرار دیکھ کر بد دُعا دینا۔
12. اور اپنے ماننے والوں کے لئے دعا کرنا۔

مخالفین کو باطل کرنے کے لئے نشانات دکھلانا

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۷﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۹﴾

(الاعراف:116-119)

انہوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تُو (پہلے) پھینک یا ہم (پہلے) پھینکنے والے بنیں۔ اس نے کہا تم پھینکو۔ پس جب انہوں نے پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں سخت ڈرا دیا اور وہ ایک بہت بڑا شعبدہ لائے۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تُو اپنا سونٹا پھینک۔ پس اچانک وہ اس جھوٹ کو نگلنے لگا جو وہ گھڑ رہے تھے۔ پس حق واقع ہو گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے جھوٹا نکلا۔

نبی کو معجزہ دکھانے کی ہدایت

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۲۰﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۱﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٜ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۲﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۳﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۴﴾

(طٰہٰ:20-24)

اس نے کہا اسے پھینک دے اے موسیٰ! پس اُس نے اسے پھینک دیا تو اچانک گویا وہ ایک حرکت کرتا ہوا سانپ سا بن گیا۔ اس نے کہا اسے پکڑ لے اور ڈر نہیں۔ ہم اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ اور تُو اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو میں بھینچ لے، وہ بغیر بیماری کے سفید نکلے گا۔ یہ دوسرا نشان ہے۔ تا کہ آئندہ ہم تجھے اپنے بڑے بڑے نشانات میں سے بھی بعض دکھائیں۔

داعیان کے لئے دینی علوم سے واقف ہونا ضروری ہے

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

(التوبہ:122)

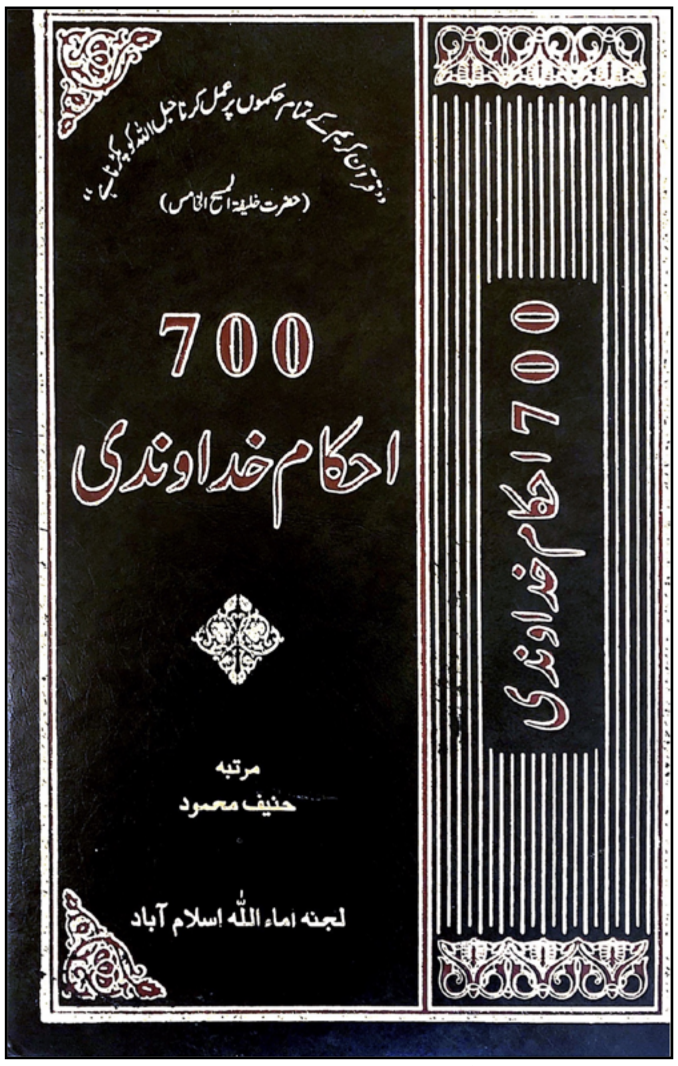

مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہو تا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبردار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لَوٹیں تا کہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔

داعی الی اللہ کا مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم رہنا

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

(الشوریٰ:16)

پس اِسی بنا پر چاہئے کہ تُو انہیں دعوت دے اور مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم ہو جا جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

داعیان کے لئے نمونہ بننا ضروری ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

(حٰم السجدہ:34)

اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

داعی الی اللہ کو پیغام حق پہنچانے کے لئے کسی اور کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے مدد مانگنے کی ہدایت

قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۳﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۴﴾

(الشعراء:13-14)

اس نے کہا اے میرے ربّ! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ پس ہارون کی طرف اپنی رسالت بھیج۔

(700 احکام خداوندی از حنیف احمد محمود صفحہ 395-399)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 43

تلاشِ اسباب بجائے خود ایک دعا ہے

شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں ہے؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ۔

انسان کی ظاہری بناوٹ، اُس کے دو ہاتھ دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ:3) کے معنے سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔ ہاں مَیں یہ کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو۔ امدادِ باہمی میں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ (آل عمران:53) کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح بولتے ہیں؟ نہیں مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں جو دعا کا ایک شعبہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (المومن:52)۔ ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد دے سکتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ دنیا اور دنیا کی مددیں ان لوگوں کے سامنے کالعدم ہوتی ہیں اور مردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 12-13 ایڈیشن 1984ء)

دعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہوجاتی ہے

ہے نماز کے اندر اپنی زبان میں دعا مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے پورا جوش پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ اسی طرح عربی زبان میں پڑھنا چاہئے اور قرآن شریف کا حصہ جو اس کے بعد پڑھا جاتا ہے وہ بھی عربی زبان میں ہی پڑھنا چاہئے اور اس کے بعد مقررہ دعائیں اور تسبیح بھی اسی طرح عربی زبان میں پڑھنی چاہئیں لیکن ان سب کا ترجمہ سیکھ لینا چاہئے اور ان کے علاوہ پھر اپنی زبان میں دعائیں مانگنی چاہئیں تا کہ حضور دل پیدا ہوجاوے۔ کیونکہ جس نماز میں حضور دل نہیں وہ نماز نہیں۔ آجکل لوگوں کی عادت ہے کہ نماز تو ٹھونگے دار پڑھ لیتے ہیں۔ جلدی جلدی نماز کو ادا کر لیتے ہیں جیسا کہ کوئی بیگار ہوتی ہے۔ پھر پیچھے سے لمبی لمبی دعائیں مانگنا شروع کرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دعا کی جاوے۔ نادان لوگ نماز کو تو ٹیکس جانتے ہیں اور دعا کو اس سے علیحدہ کرتے ہیں۔ نماز خود دعا ہے۔ دین و دنیا کی تمام مشکلات کے واسطے اور ہر ایک مصیبت کے وقت انسان کو نماز کے اندر دعائیں مانگنی چاہئیں۔

نماز کے اندر ہر موقعہ پر دعا کی جاسکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح، التحیات کے بعد، کھڑے ہو کر رکوع کے بعد بہت دعائیں کرو تا کہ مالا مال ہوجاؤ چاہئے کہ دعا کے واسطے روح پانی کی طرح بہہ جاوے۔ ایسی دعا دل کو پاک وصاف کر دیتی ہے۔ یہ دعا میسر آوے تو پھر خواہ انسان چار پہر تک دعا میں کھڑا رہے۔ گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں مانگنی چاہئیں۔

دعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہوجاتی ہے۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ غلط خیال ہے ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 54-55 ایڈیشن 1984ء)

ابتدائے اسلام میں جو کچھ ہوا وہ آنحضرتؐ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا

اللہ تعالیٰ نے ہم کو سورۃ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی کہ اے خدا نہ تو ہمیں مغضوب علیہم میں سے بنائیو اور نہ ضالین میں سے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ ان ہر دو کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں۔ مغضوب علیہ وہ قوم ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ عداوت کرنے اور ان کو ہر طرح سے دکھ دینے میں غلو کیا۔ اور ضالین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ محبت کرنے میں غلو کیا اور خدائی صفات ان کے دے دیئے۔ صرف ان دونو کی حالت سے بچنے کے واسطے ہم کو دعا سکھلائی گئی ہے۔ اگر دجّال ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو یہ دعا اس طرح ہوتی کہ غیر المغضوب علیہم ولا الدجّال۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو کہ اس زمانہ کے ہر دو قسم کے شرّ سے آگاہ کرنے کے واسطے مسلمانوں کو پہلے سے خبردار کرتی ہے ...ابتدائے اسلام میں بھی جو کچھ ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ مکہ کی گلیوں میں خدا تعالیٰ کے آگے رو رو کر آپ نے مانگیں۔ جس قدر عظیم الشان فتوحات ہوئیں کہ تمام دنیا کے رنگ ڈھنگ کو بدل دیا۔ وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اثر تھا۔ ورنہ صحابہؓ کی قوت کا تو یہ حال تھا کہ جنگ بدر میں صحابہؓ کے پاس صرف تین تلواریں تھیں اور وہ بھی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 58-60 ایڈیشن 1984ء)

کلام پڑھ کر پھونکنا

ایک دوست نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جاوے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفا ہو۔ حضرت نے فرمایا بیشک قرآن شریف میں شفا ہے۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے مگر اس طرح کے کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلا ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو۔ تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 70 ایڈیشن 1984ء)

نماز میں حضور قلب

انسان کی کوشش سے جو حضور قلب حاصل ہوسکتا ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان وضو کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کشاں کشاں مسجد تک لے جاتا ہے۔ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ یہاں تک انسان کی کوشش ہے۔ اس کے بعد حضور قلب کا عطا کرنا خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ انسان اپنا کام کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ بھی ایک وقت پر اپنی عطا نازل کرتا ہے۔ نماز میں بے حضوری کا علاج بھی نماز ہی ہے۔ نماز پڑھتے جاؤ۔ اس سے سب دروازے رحمت کے کھل جاویں گے۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 71 ایڈیشن 1984ء)

انسان کو چاہئے کہ دعا میں مصروف رہے

خدا تعالیٰ کے کام بے نیازی کے بھی ہیں اور وہ رحم بھی کرنے والا ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہی ہے کہ اس کی رحمت غالب ہے۔ انسان کو چاہئے کہ دعا میں مصروف رہے۔ آخر کار اس کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ 88 ایڈیشن 1984ء)

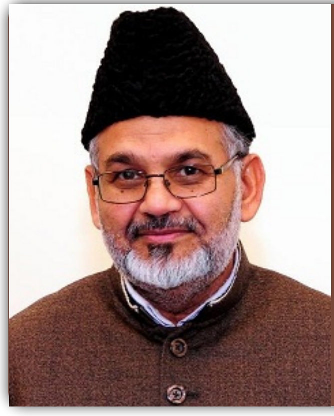

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے

ذاتی تجربات کی روشنی میں

قسط 59

الاخبار

الاخبار نے اپنی اشاعت 17 فروری 2011ء پر عربی سیکشن میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک خطبہ جمعہ فرمودہ 1 نومبر 2011ء کا خلاصہ حضور انور کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (154) تلاوت فرما کر ان کے معانی کی وضاحت فرمائی۔

حضور نے فرمایا کہ الٰہی جماعتوں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف مستقل مزاجی سے ہر وقت جھکے رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے ساتھ صبر اور دعاؤں سے مومنین کو کامیابی ملتی ہے۔ تمام انبیاء نے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی حکم فرمایا ہے اور ہمیں کامیابیاں صبر اور دعا سے ہی حاصل ہوتی ہیں اگر اللہ کے راستے میں تکالیف آتی ہیں تو پھر بھی کسی قسم کا شکوہ زبان پر نہ لاؤ۔

اس کے بعد حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو جن تکالیف سے گزرنا پڑا اس کا ذکر فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ مستقل مزاجی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے چلے جاؤ اور اگر تکالیف آئیں تو ان کو برداشت کرو ان سے پریشان نہ ہو۔ یہ نہیں کہ آج تو دعاؤں پر زور دے دیا۔ آج نمازیں پڑھ لیں اور اگلے دن نمازوں کی طرف توجہ نہ ہوئی۔

فرمایا آج کل بعض لوگوں نے احمدیوں کو اپنے ایمان سے ہٹانے کی بھی کوشش شروع کی ہوئی ہے۔ کہ آپ کے خلیفہ یہ خوش فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ صبر کرو اور تکلیف کا دور گزر جائے گا۔ اور سو سال کا عرصہ گزر گیا یہ تکالیف ابھی تک پھر دور کیوں نہ ہوئیں۔ اگر ان اعتراض کرنے والوں نے قرآن کریم پڑھا ہو تو پتہ لگ جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو کتنا لمبا عرصہ تکلیف سے گزرنا پڑا بعض علاقوں میں تو غاروں میں چھپ کر زندگی بچائی گئی اور اپنے ایمان کی حفاظت کی گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور دیکھ لیں مکہ میں کیا کچھ نہ ہوا۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک حوالہ بھی پیش فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں: ''اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیوں کر ہو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ برس تک دکھ اٹھائے۔ تم لوگوں کو اس زمانہ کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچی ہیں مگر آپؐ نے صحابہؓ کو صبر ہی کی تعلیم دی آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے...... تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے...... ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہوتا ہے صبر جیسی کوئی شئے نہیں''

(ماخوذ از خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 583)

الانتشار العربی

الانتشار العربی نے اپنی اشاعت 17 فروری 2011ء میں صفحہ 23 پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ حضور انور کی فوٹو کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ خطبہ جمعہ حضور انور نے 12 نومبر 2010ء کو ارشاد فرمایا تھا۔ اس خطبہ کا خلاصہ گزشتہ دوسرے اخبار کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

حضور انور نے اس خطبہ میں انبیاء اور ان کی جماعتوں پر آنے والے ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور قرآنی آیات اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ سے صبر اور دعا کی تلقین، دیگر قرآنی آیات، احادیث نبویہؐ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے پیش فرمائی ہیں۔ اخبار نے اپنے پورے صفحہ پر یہ خلاصہ خطبہ دیا ہے۔ اور آخر میں ہمارے مشن کا فون نمبر بھی دیا ہے۔

پاکستان ایکسپریس

پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 18 فروری 2011ء میں صفحہ 13 پر خاکسار کا مضمون ''صلح وصفائی اور امن وآتشی کی گم شدہ جنتیں'' خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ نفس مضمون وہی ہے جو اس سے قبل دوسرے اخبار کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

ڈیلی بلیٹن

ڈیلی بلیٹن نے اپنی اشاعت 23 فروری 2011ء میں صفحہ A-9 پر ایک مضمون شائع کیا ہے جو ہمارے نو احمدی مسلم امریکن بھائی محمد عبد الغفار صاحب نے (چینو مسجد) لکھا ہے۔ جس کا عنوان ہے کہ ''مسلمانوں کا قتل کرنا درست اور صحیح اسلام نہیں ہے''

وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اسلام کو قبول کیا ہے۔ اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اسلام کو قبول کیا مگر مجھے اس بات پر بہت افسوس ہے کہ بعض مسلمان مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے ہیں یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کا قتل جائز سمجھتے ہیں یہ صحیح اسلام ہے ہی نہیں۔ اور یہ سب کچھ ان نام نہاد مسلمان علماء کی طرف سے ہے جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کی خاطر ایسے کرتے ہیں۔ ان کا یہ غلط کام اسلام کو بدنام کرنے والی بات ہے۔ میں ان کے ان غلط اقدام کی وجہ سے ان کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ معصوم لوگوں کو قتل کرنا اور وہ بھی اللہ کے نام پر کہاں کا اسلام ہے؟ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں کس قدر غمزدہ ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک فرقہ مسلمہ احمدیہ جس کا میں بھی ممبر ہوں ان کے افراد کو قتل کیا جا رہا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ ابھی 6 فروری کو ایک گھناؤنا جرم کیا گیا ہے کہ انڈونیشیا کے ایک دیہات میں 1500 مسلمانوں کے ایک طبقہ نے 20 بے گناہ اور غیر مسلح افراد پر حملہ کیا جن میں سے 3 احمدیوں کو سفاکانہ اور ظالمانہ طور پر مارا گیا اور قتل کیا گیا جب کہ وہاں کی پولیس موجود تھی اور یہ سب کچھ تماشا دیکھتی رہی۔ ان معصوم لوگوں کا صرف یہ جرم تھا کہ ''وہ احمدی مسلمان تھے'' جن کو وہ مسلمان نہیں سمجھتے۔

میں جب یہ دیکھتا ہوں کہ وہ اسلام جو بانی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا اور آپؐ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے امن کی تعلیم کو فروغ دیا۔ اس کے ماننے والے اس قدر ظلم کرتے ہیں۔ اور صرف اپنے تنگ نظری کی وجہ سے دوسروں کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں تو مجھے سخت افسوس ہوتا ہے۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ اسلام شروع میں تو امن والا ہو اور اب وہ بدامنی کا پیغام دیتا ہو۔ یہ ناممکن ہے، اسلامی تعلیمات وہی ہیں جو آپؐ سے شروع ہوئیں اور قیامت تک وہی رہیں گی۔ وہ مسلمان جو خونریزی اور اس قسم کے جہاد پر یقین رکھتے ہیں اور دوسرے معصوموں کا قتل جائز سمجھتے ہیں۔ یہ تو صحیح اسلام کی تعلیمات سے بہت دور ہے۔ حالانکہ اسلام کا صحیح معانی ہی امن، محبت اور اخوت ہے۔

ہم نے صحیح اسلام پر عمل کرنے سے اس زمانے کے امام مہدی، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کو قبول کیا۔ جنہوں نے اس جماعت کی بنیاد 1889ء میں ڈالی اور اب یہ جماعت دنیا کے 195 ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔ وہ مسلمان جو امن پسند ہیں اور امن کے خواہاں ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ جو غیر مسلم ہیں اور وہ بھی امن چاہتے ہیں۔ انہیں مل کر ان لوگوں کے خلاف اقدام کرنا چاہئے جو خونریزی کرتے ہیں اور معصوموں کا قتل عام کرتے ہیں اور وہ سب یہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے ساتھ کھڑے ہو کر کر سکتے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ کا ماٹو ہی یہ ہے ''محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں''

ہمیں ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز، بلا تفریق مذہب وملت پیار، محبت کا سلوک کرنا چاہئے کیونکہ یہی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ میں اپنے آپ کو احمدی مسلمان کے طور پر فخریہ پیش کرتا ہوں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اچھی باتوں کے لئے میں ہمیشہ مدد کروں۔

نیویارک عوام

نیویارک عوام نے اپنی اشاعت 18 تا 24 فروری 2011ء میں صفحہ 1 پر خاکسار کا ایک مضمون خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا جس کا عنوان ہے۔ ''اس سے ہو گی تیرے غم کدہ کی آبادی''

خاکسار نے لکھا کہ مکرم عبد السمیع خان صاحب کی ایک کتاب کے حوالہ سے کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ آج بھی اس مضمون میں اسی کتاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ مہینہ ربیع الاول کا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی سیرت مبارکہ کے بارے میں کچھ لکھا جائے۔ کیونکہ دنیا میں جو روحانی انقلاب آیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور سیرت طیبہ کی وجہ سے ہی آیا تھا۔ اور آج بھی اسی بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں یہی فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اس زمانے میں جو بدامنی اور افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ ہوتے تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں مگر عمل اس کے مطابق نہیں ہیں۔ خاکسار نے مزید لکھا کہ اس وقت میرے سامنے لاس اینجلس کا ایک بڑا اخبار ڈیلی بلیٹن پڑا ہے اس کے مذہبی سیکشن میں صفحہ 4A پر جکارتہ انڈونیشیا کی ایک خبر ہے کہ وہاں مسلمانوں نے عیسائیوں کے دو چرچوں کو آگ لگا دی۔ کیونکہ عدالت نے وہاں غیر مسلم کو توہین رسالت پر کم سزا دی تھی غصہ میں آ کر مسلمانوں کے ایک گروپ نے یہ کام سرانجام دیا۔ ایک چرچ پر پتھروں کی بارش اور ان کے سکول کی بلڈنگ کو نقصان پہنچایا۔

اسی طرح گزشتہ ہفتے انڈونیشیا کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جہاں احمدیوں کے سات خاندان اور قریباً 30 ممبر رہتے تھے کو ایک گروپ نے ان پر حملہ کر دیا انہیں گھسیٹ کر مسجد سے باہر لائے، چاقوں کے ساتھ، چھریوں کے ساتھ، ڈنڈے سے مار مار کر تین احمدیوں کو بے دردی سے

مار ڈالا اور ان کی لاشیں لٹکا کر انہیں پھر بھی ڈنڈے مارتے رہے اور پھر لاشوں کی ایسی بے حرمتی کی کہ لاشیں بھی نہ پہچانی جاتی تھیں۔ اس کی ویڈیو لوگوں نے یوٹیوب پر دیکھی۔

یہ مسلمان ہیں! اور یہ ان کے افعال ہیں! اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا حضرت مرزا مسرور احمد (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے خطبہ 11 فروری کو ارشاد فرمایا اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔ اور صبر اور دعاؤں کی تلقین کی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اے دشمنانِ احمدیت! دنیا کے کسی کونے پر بھی احمدیوں پر جو ظلم کرنا چاہتے ہو کر لو لیکن یہ ظلم تمہارے ہمیں اپنے ایمانوں سے نہ ہٹا سکے گا۔ ہر جگہ پر احمدی نے جب بھی اس پر ظلم ہوا انہوں نے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ کا جواب دیا کہ جو چاہو کر لو۔

کیا مذہب اسلام اس قسم کی بربریت سکھاتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس زمانہ جاہلیت میں لاشوں کی جو بے حرمتی ہوتی تھی اس سے منع فرمایا ہے۔ کاش مسلمان اس تعلیم کو پڑھیں، سوچیں اور عمل کریں۔

اس کے بعد خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے چند واقعات لکھے ہیں جن سے آپ کی سیرت کا یہ پہلو کھل کر سامنے آتا ہے کہ آپ کس قدر رحم دل تھے۔ کس قدر عجز و انکسار کے پیکر تھے۔ اور حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی لکھی کہ ایک دفعہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہا کہ (نعوذ باللہ) آپ پر لعنت ہو۔ حضرت عائشہؓ نے بار بار کہا کہ ''تم پر لعنت ہو'' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! نرمی اختیار کر۔ سختی سے بچو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے آپ کے بارے میں کیا کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے میرا جواب نہ سنا تھا۔ میں نے صرف یہ جواب دیا تھا کہ ''وعلیکم'' کہ جو تم نے کہا تم پر بھی وہی ہو۔ میری دعا تو ان کے لئے قبول ہو گئی مگر ان کی دعا میرے لئے قبول نہ ہو گی۔

کیا یہود ''السام علیکم'' توہین رسالت نہ کر رہے تھے۔ مگر آپؐ نے کیا طریق اختیار فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایسے مواقع پر طیش اور غصہ میں نہ آتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے مسلسل انکار، تکذیب دیکھ کر حلم اور صبر سے کام لیا اور بد دعا نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دعا کرتے تھے کہ اے اللہ ان کو ہدایت فرما۔ ان کو پتہ نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلیں۔ آپ کی سنت کی پیروی کریں۔ کوئی تمہیں دکھ بھی دے تو اس کے لئے دعا کرو۔

ڈیلی بلیٹن

ڈیلی بلیٹن نے اپنی اشاعت 25 فروری 2011ء میں صفحہ A4 پر ہمارے متعلق ایک خبر شائع کی ہے جس کا عنوان ہے۔

''Terrorist Activities Concern Local Muslims''

''دہشت گردی کے واقعات کی وجہ سے لوکل مسلمانوں میں تشویش''

یہ خبر جماعت احمدیہ کے 3 افراد کا سفا کانہ اور بہیمانہ قتل کے بارے میں ہے جو واقعہ انڈونیشیا میں پیش آیا۔ اخبار لکھتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ممبران جو یہاں مسجد بیت الحمید چینو سے تعلق رکھتے ہیں نے دنیا میں احمدی مسلمانوں کے ساتھ دہشت گردی کے واقعات پر بے چینی اور تشویش کا اظہار کیا ہے۔

گذشتہ ہفتے 3 احمدی مسلمانوں کو انڈونیشیا کے ایک گاؤں میں بے دردی اور بہیمانہ اور سفا کانہ طریق سے قتل کر دیا گیا۔ جماعت احمدیہ مسجد بیت الحمید کے ممبران نے اس پر پریشانی اور دکھ کا اظہار کیا ہے۔ دنیا میں احمدی مسلمانوں کے ساتھ ناروا اور امتیازی سلوک کر کے انہیں بے دردی سے دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کام سے باز رہا جائے اور اس کی بجائے رحم دلی، محبت اور ہمدردی کا اور انصاف کا وطیرہ اختیار کیا جائے۔ امام شمشاد نے ان خیالات کا اظہار کیا۔

انڈیا پوسٹ

انڈیا پوسٹ نے اپنی اشاعت 25 فروری 2011ء میں صفحہ 19، 20 پر ہمارے تعلق سے ایک خبر شائع کی ہے۔ جس کا عنوان ہے۔

''Ahmadiyya Pained By Murders In Indonisia''

احمدیوں کو انڈونیشیا میں ان کے افراد کے قتل پر بہت دکھ اور درد ہے

اخبار نے انڈیا پوسٹ کی سروس کے حوالہ سے خبر دی ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ گذشتہ اتوار 6 فروری 2011ء کو جماعت کے تین افراد کا انڈونیشیا میں بہت ہی بے دردی سے سفا کانہ اور بہیمانہ قتل ہوا ہے۔ ایک ہزار سے زائد لوگوں نے جماعت احمدیہ کے چند افراد پر چاقوؤں اور چھریوں سے حملہ کیا۔ ان احمدیوں کے قتل کے علاوہ 5 احمدیوں کو شدید زخمی کیا گیا اور اس کے علاوہ ایک احمدی گھرانہ، دو کاریں اور ایک موٹر سائیکل کو بھی نذر آتش کیا گیا۔

لوکل پولیس موقعہ پر موجود ہونے کے باوجود اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام رہی باوجود اس کے کہ پولیس کو اس حملہ کی پہلے سے خبر بھی تھی انہوں نے کوئی حفاظتی قدم نہیں اٹھایا۔ اور اخبار نے لکھا کہ اس بھیانک جرم کے باوجود کسی کو پکڑا بھی نہیں گیا۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کے روحانی پیشوا (حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے جماعت احمدیہ کو اس موقعہ پر صبر اور دعاؤں کی تلقین کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بہیمانہ اور سفا کانہ جرم سے ہمیں اور ہر امن پسند کو شدید دکھ اور درد پہنچا ہے۔ جب ان مردہ لاشوں کو ڈنڈوں سے مزید مارا جا رہا تھا اس وقت پولیس بے بس کھڑی تماشا دیکھتی رہی اور انہیں اس ظلم اور سفاکی کا مظاہرہ اور لاشوں کی بے حرمتی کرنے دی گئی۔

دنیا میں جماعت کے خلاف جب بھی جہاں کہیں بھی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو ہم صبر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور انتقامی کارروائی نہیں کرتے بلکہ خدا ہی کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں۔ یہ یقینی اور پکی بات ہے کہ جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کو یقیناً جوابدہ ہوں گے اور اس کے عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ جماعت احمدیہ نے انڈونیشیا کے حکام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کا نوٹس لیں اور اپنی قانونی ذمہ داری ادا کریں اور وہ یہ کہ اپنے تمام شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ بدقسمتی سے انڈونیشیا میں 2008ء میں ایک قانون پاس ہوا جس کی وجہ سے انڈونیشیا میں جماعت اپنا لٹریچر شائع نہیں کر سکتی اور نہ ہی اپنے مذہب کے مطابق عمل کر سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ جماعت کے خلاف ہر شخص کارروائی کر سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ اور عیسائی فرقہ کے لوگ بربریت کا نشانہ بن رہے ہیں۔

اس موقعہ اور قتل اور سفا کانہ ظلم پر تبصرہ کرتے ہوئے چینو میں مسجد بیت الحمید کے امام سید شمشاد ناصر نے کہا ہے کہ اس واقعہ پر ہم سخت درد اور تکلیف اور افسوس محسوس کر رہے ہیں خصوصاً یہ واقعہ جس میں بے دردی کے ساتھ بہیمانہ طور پر 3 احمدیوں کو قتل کیا گیا ہے۔

اس بات کے جواب میں کہ حملہ کرنے والے بھی مسلمان ہی تھے، آپ کیا کہیں گے۔ امام شمشاد نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور پھر ایسا ظلم بھی کرے۔ پھر ایسے لوگ کس منہ سے لوگوں کو کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اسلام امن پسند مذہب ہے جب کہ خود ایسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایسے گھناؤنے جرم کرنے والوں سے تو لوگ دور بھاگیں گے کجا یہ کہ ان کا مذہب اختیار کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ مذہب اسلام کی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہیں ہیں اور نہ ہی اسلام اس قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات امن اور محبت پر مبنی ہیں۔ ''اسلام'' کے لفظی معنی ہی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا اور امن کے قیام کے لئے ہر قسم کی قربانی دینا۔

دنیا انٹرنیشنل

دنیا انٹرنیشنل نے اپنی اشاعت 25 فروری 2011ء اور مارچ کی اشاعت میں دو مرتبہ ایک مضمون بعنوان ''صلح و صفائی اور امن و آشتی کی گمشدہ جنتیں'' خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ یہ مضمون اس سے قبل دوسرے اخبارات کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

ہفت روزہ نیو یارک عوام

ہفت روزہ نیو یارک عوام نے اپنی اشاعت 25 فروری تا 3 مارچ 2011ء میں خاکسار کا ایک مضمون بعنوان ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ورق'' (تحمل اور لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا خیال) خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ خاکسار نے یہ مضمون بھی ماہ ربیع الاول کے مہینے کی اہمیت کے پیش نظر لکھا اس مضمون میں خاکسار نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہی چند باتیں لکھی تھیں کہ لوگ اس بابرکت مہینے میں جلسے کرتے ہیں جن میں اخلاق نبوی کی باتیں بھی ضرور کرتے ہوں گے۔ اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت سے عید میلاد النبی ثابت نہیں۔ نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کرام نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا۔ ہاں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا ذکر ملتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم کوئی ایسا جلسہ کریں جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو۔ جس میں آپؐ کی سیرت کے واقعات ہوں تا لوگ اپنی اصلاح کریں۔ تربیت کریں اور اپنی اخلاقی اور روحانی حالتوں کو درست کریں اور آپ کے اسوہ اور چال چلن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تو یہ جائز ہے۔ بلکہ بہت ضروری ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے 1927-1928ء میں سب سے پہلے ہندوستان میں شروع ہوئے اور اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ ہندوستان میں آریوں، ہندوؤں اور دیگر مخالفین اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر بے جا گندے حملے کئے۔ ''رنگیلا رسول'' اور ''امہات المومنین'' جیسی کتابیں لکھیں جس سے مسلمانوں کی دلآزاری ہوئی اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی۔ اس وقت جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ہندوستان کے تمام مسلمانوں سے یہ اپیل کی اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سارے ہندوستان میں جلسے کریں اس سے غیر مسلموں کے شکوک و شبہات دور ہوں گے۔ دوسرے یہ جلسے مسلمانوں کی اپنی حالت بدلنے کے لئے بھی ضروری ہیں اور ان جلسوں میں غیر مسلموں کو شامل کیا جائے۔ بلکہ ان کے مقررین کو بھی آپؐ کی سیرت پر تقاریر کے لئے کہا جائے۔

افسوس کہ اب مسلمانوں کے ہاں اس کی شکل بدل گئی ہے وہ جلوس نکالتے ہیں ریلیاں نکالتے ہیں۔ کبھی سمندروں میں تو کبھی خشکی پر۔ اس

کا کیا مقصد ہے یہ تو وہی جانتے ہوں گے۔ خاکسار نے مزید لکھا کہ چند دن ہوئے TV پر ایک پروگرام دیکھا جس میں میزبان نے ہندوستان کے ایک عالم دین مولانا وحید الدین صاحب کو فون پر بات چیت کرنے کی دعوت دی۔ جب اینکر نے ان سے ایک سوال کیا تو اس کے جواب میں مولانا نے کہا کہ مسلمانوں نے دین کی تعلیم میں نقص پیدا کر دیا ہے جس کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوگیا ہے۔ مدارس میں بھی صحیح تعلیم نہیں دی جارہی کیوں کہ اس میں شدت پسندی آگئی ہے۔ اور دہشت گردی نے جنم لے لیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور بتارہے ہیں اور ہم کچھ اور کر رہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم نے مسلمانوں پر کچھ اثر نہیں کیا۔ وہ اس وقت اہل مغرب کو اسلام کا پیغام دینے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا اس وقت احترام انسانیت تو نام کو بھی نہیں ہے۔ اسلام میں احترام، عفو اور درگذر کی تعلیم ہے غلو کی نہیں، دوسروں کے ساتھ ہم بالکل الٹ معاملہ کر رہے ہیں۔قرآن میں تو خیر کی تعلیم ہے‘‘۔

مولانا وحید الدین نے بالکل صحیح اور بجا فرمایا ہے۔ کاش اس پر مسلمان عمل کریں۔ خاکسار نے اس مضمون میں ایک اور مثال بھی لکھی ہے کہ ایک دوست نے مجھے ای میل بھجوائی ہے جس میں ایک TV پر میزبان نے مہمان مولوی صاحب سے احترام انسانیت اور دہشت گردی کے ضمن میں توہین رسالت کا ایک سوال پوچھا۔مولانا کا جواب سنئے اور پھر اپنا سر دھنئے......جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا نے کہا کہ ایک دفعہ بادشاہ کے دربار میں امام یوسف تھے، یہ امام یوسف امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ کھانا پیش ہوا تو کسی نے کہا مجھے کدو بہت پسند ہے کیوں کہ رسول خدا کو کدو شریف بہت پسند تھا۔ حاضرین میں سے ایک اور نے کہا مجھے تو کدو بالکل پسند نہیں۔ اس پر امام یوسف اٹھے اور انہوں نے اس شخص پر تلوار تان لی کہ تمہارا ابھی میں قلع قمع کرتا ہوں کہ تم نے توہین رسالت کی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ۔ علماء کا یہ حال ہے۔ اور یہ ہے توہین رسالت کا سبق۔

میزبان نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کدو کے مقابلہ میں انسان کی اتنی ہی قدر ہے کہ تلوار کھینچ کر قلع قمع کر دیا جائے یہ کونسا اسلام ہے؟ ایسے ہی قصوں پر اسلام کا دارومدار رہ گیا ہے۔ سچ فرمایا تھا ہادیٔ برحق نے کہ آخری زمانہ میں اسلام صرف نام کا رہ جائے گا اور قرآن صرف کتابی صورت میں۔ اور مساجد ہدایت سے خالی ہوجائیں گی۔ عقلمندوں کے لئے اس میں ایک سوال ضرور ہے اور ذرا خود سوچئے۔ کہ کیا اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت ہم تلوار سے منوائیں گے؟ اس سارے مضمون کو لکھنے کے بعد خاکسار نے دیباچہ تفسیر القرآن سے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس درج کیا ہے۔

تحمل

تحمل آپ میں اِس قدر تھا کہ اُس زمانہ میں بھی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے بادشاہت عطا فرمادی تھی آپ ہر ایک کی بات سنتے۔ اگر وہ سختی بھی کرتا تو آپ خاموش ہو جاتے اور کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہ دیتے۔مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام کی بجائے آپ کے روحانی درجہ سے پکارتے تھے یعنی یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! کہہ کر بُلاتے تھے اور غیر مذاہب کے لوگ ایشیائی دستور کے مطابق آپ کا ادب اور احترام اس طرح کرتے تھے کہ بجائے آپ کو محمد کہہ کر بلانے کے ابو القاسم کہہ کر بلاتے تھے جو آپ کی کنیت تھی (ابو القاسم کے معنی ہیں قاسم کا باپ۔ قاسم آپ کے ایک بیٹے کا نام تھا) ایک دفعہ ایک یہودی مدینہ میں آیا اور اس نے آپ سے آکر بحث شروع کر دی۔ بحث کے دوران میں وہ بار بار کہتا تھا۔ اے محمد! بات یوں ہے، اے محمد! بات یوں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی انقباض کے اس کی باتوں کا جواب دیتے تھے۔ مگر صحابہؓ اُس کی یہ گستاخی دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے۔ آخر ایک صحابیؓ سے نہ رہا گیا اور اُس نے یہودی سے کہا کہ خبردار! آپ کا نام لے کر بات نہ کرو تم رسول اللہ نہیں کہہ سکتے تو کم سے کم ابو القاسم کہو۔ یہودی نے کہا میں تو وہی نام لوں گا جو اِن کے ماں باپ نے اِن کا رکھا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اپنے صحابہؓ سے کہا دیکھو! یہ ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ماں باپ نے میرا نام محمد ہی رکھا تھا جو نام یہ لینا چاہتا ہے اسے لینے دو اور اس پر غصہ کا اظہار نہ کرو۔

آپ جب باہر کام کے لئے نکلتے تو بعض لوگ آپ کا رستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیتے۔ جب تک وہ لوگ اپنی ضرورتیں بیان نہ کر لیتے آپ کھڑے رہتے جب وہ بات ختم کر لیتے تو آپ آگے چل پڑتے۔ اسی طرح بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت دیر تک آپ کا ہاتھ پکڑے رکھتے۔ گو یہ طریق ناپسندیدہ ہے اور کام میں روک پیدا کرنے کا موجب ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ جب تک وہ مصافحہ کرنے والا آپ کے ہاتھ کو پکڑے رکھتا آپ بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رہنے دیتے۔ ہر قسم کے حاجت مند آپ کے پاس آتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے۔بعض دفعہ آپ مانگنے والے کو اُس کی ضرورت کے مطابق کچھ دے دیتے تو وہ اپنی حرص سے مجبور ہو کر اَور زیادہ کا مطالبہ کرتا اور آپ پھر بھی اُس کی خواہش پورا کر دیتے۔بعض دفعہ لوگ کئی بار مانگتے چلے جاتے اور آپ اُن کو ہر دفعہ کچھ نہ کچھ دیتے چلے جاتے۔ جو شخص خاص طور پر مخلص نظر آتا اُسے اُس کے مانگنے کے مطابق دے دینے کے بعد صرف اتنا فرما دیتے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم خدا پر توکل کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مخلص صحابیؓ نے متواتر اصرار کر کے آپ سے کئی دفعہ اپنی ضرورتوں کے لئے روپیہ مانگا۔ آپ نے اُس کی خواہش کو پورا تو کر دیا، مگر آخر میں فرمایا سب سے اچھا مقام تو یہی ہے کہ انسان خدا پر توکل کرے۔ اس صحابی کے اندر اخلاص تھا اور ادب بھی تھا جو کچھ وہ لے چکا ادب سے اُس نے واپس نہ کیا لیکن آئندہ کے متعلق اُس نے عرض کیا یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ! یہ میری آخری بات ہے اب میں آئندہ کسی سے کسی صورت میں بھی سوال نہیں کروں گا.........

(باقی آئندہ بدھ ان شاءاللہ)

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

THE ALFAZL QADIAN

الفضل

7 ستمبر 1922ء یومِ پنج شنبہ (جمعرات)

مطابق 14 محرم الحرام 1341 ہجری

صفحہ اول پر ایک طویل نظم اس عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

’’بتحریک چندہ خاص سلسلہ احمدیہ حسب الایمائے مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال قادیان یہ نظم لکھی گئی۔ (ثاقب مالیر کوٹلوی)۔مذکورہ نظم کا ایک بند پیش ہے

مسجد لنڈن کی جب تعمیر کا اٹھا سوال
کتنا دیں اور کیوں، نہیں دل میں ہوا پیدا سوال
کچھ نہ سوچا بیش و کم جب دل میں آ بیٹھا سوال
اٹھے مل کر احمدی اور کر دیا پورا سوال
بس یہ سمجھو مسجد لنڈن کی تعمیریں ہوئیں
ہاں بلند اونچے مناروں پر سے تکبیریں ہوئیں

صفحہ دوم پر ایک خبر بعنوان ’’امریکہ میں احمدیہ مسجد‘‘ شائع ہوئی۔ یہ خبر دراصل حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی ایک رپورٹ پر مشتمل ہے۔جس میں ذکر ہے کہ ’’خدا تعالیٰ کے فضل سے شکاگو (امریکہ) میں ایک مکان خرید لیا گیا ہے جس کے ایک حصہ کو مسجد کی شکل میں منتقل کیا جارہا ہے۔‘‘

اس رپورٹ میں دو افراد کی قبولیتِ اسلام کا بھی ذکر ہے۔ یہ رپورٹ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی 31/ جولائی 1922ء کی تحریر فرمودہ ہے۔

صفحہ 3 تا 5 پر حضرت مصلح موعودؓ کا بیان فرمودہ ایک خطاب درج ہے جو حضورؓ نے 31 اگست 1922ء کو ایک ماہ کے درس القرآن کے اختتام پر ارشاد فرمائی تھی۔

صفحہ 6 تا 8 پر حضرت مصلح موعودؓ کا خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ یکم ستمبر 1922ء درج ہے۔ اس خطبہ میں حضورؓ نے مسلمانوں کی افسوسناک حالت کا ذکر فرماتے ہوئے خواجہ حسن نظامی صاحب اور ان کی یہودیانہ چالوں کا ذکر فرمایا ہے۔

صفحہ 8-9 پر مکرم اللہ دتہ جالندھری صاحب طالبعلم مدرسہ احمدیہ قادیان (حضرت مولانا ابو العطا صاحب) کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون آپ نے دہلی سے شائع ہونے والے آریہ دھرم کے ایک رسالہ ’’آریہ مسافر‘‘ میں قرآنِ کریم پر کیے گئے سات اعتراضات کے جوابات کی صورت میں تحریر کیا۔

صفحہ 11-12 پر ہندوستان اور غیر ممالک کی خبریں شائع کی گئی ہیں۔

مذکورہ اخبار کے مفصل ملاحظہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19220907.pdf

مختار احمد

تلخیص صحیح بخاری سوالاً و جواباً

کتاب الإیمان قسط 2

سوال: فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (التوبہ:5) کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: یہ مکمل آیت یوں ہے۔ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (التوبہ:5)

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں بھی تم فتنہ پرداز مشرکوں کو پاؤ تو اُن سے لڑو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر کمین گاہ پر اُن کی گھات میں بیٹھو پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں۔ جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے۔ رہا ان کے دل کا حال تو ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

(اس آیت پہ مستشرکین نے بہت ہی لایعنی حاشیہ چڑھائے ہیں۔ اس آیت کا نزول فتح مکہ کے بعد ہوا، جب حضورؐ نے عکرمہ جیسے دشمن کو بھی اس کے دین پر قائم رہتے ہوئے مکّہ میں رہنے کی اجازت دی تھی، تو اس تناظر میں اس آیت کی تشریح حضورؐ کے فعل مبارک سے ہوگئی کہ یہ آیت خاص وقت اور خاص حالات اور فتنہ پرداز (terrorist) لوگوں کے لئے ہی ہے۔ جو اشتعال انگیزی اور فتنہ پردازی سے باز نہیں آتے۔) (واللہ اعلم بالصواب)۔

سوال: کیا ایمان عمل کا نام ہے؟

جواب: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (الزخرف 73) اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم، ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے رہے ہو، وارث بنائے گئے ہو۔

اور بہت سے اہل علم حضرات نے آیت فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (الحجر 93) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں عمل سے مراد لا إله إلا الله کہنا ہے اور آیت ہے لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ (الصافات 62) پس چاہئے کہ اسی کے مطابق سب عمل کرنے والے عمل کریں۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ عمل سے ہی ایمان کا اظہار ہوتا ہے۔

سوال: کون سے اعمال افضل ہیں؟

جواب: حضورؐ سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

کہا گیا، اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا، پھر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا حج مبرور۔

سوال: اگر کوئی کسی کے خوف سے مسلمان ہو تو اسے مسلمان کہا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا (الحجرات:15)

جنگلی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تُو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن صرف اتنا کہا کرو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

(تو معلوم ہوا کہ انہیں مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ اور وہ خود کو مسلمان کہیں تو انہیں منع نہیں کیا جا سکتا۔)

سوال: کیا اسلام کے علاوہ کوئی اور دین بھی نجات دہندہ ہے؟

جواب: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران:20) یقیناً دین اللہ کے نزیک اسلام ہی ہے وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران 86) اور جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان آیات میں لفظ اسلام بمعنیٰ ایمان استعمال ہوا ہے۔ یہ بات واضح ہے اب نجات صرف اسلام سے ہی وابستہ ہے۔

سوال: کیا حضورؐ مسلمان اور مؤمن میں فرق روا رکھتے تھے؟

جواب: حضرت سعدؓ سے روایت ہے حضورؐ نے چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا حالانکہ میں اسے مؤمن گمان کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا مؤمن یا مسلمان؟ میں تھوڑی دیر چپ رہ کر پھر پہلی بات دہرانے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے سعد! باوجود یہ کہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے، کسی دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دے دیتا ہوں کہ اللہ اسے آگ میں اوندھا نہ ڈال دے۔ یعنی کوئی مال نہ ملنے سے اسلام سے برگشتہ نہ ہوجائے۔

سوال: وہ کونسی تین چیزیں جن کے حصول سے سارا ایمان حاصل ہوجاتا ہے؟

جواب: عمار نے کہا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کرلیا اس نے سارا ایمان حاصل کرلیا۔

اپنے نفس سے انصاف کرنا، سلام کو عالم میں پھیلانا اور تنگ دستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

سوال: کیا عورت کا خاوند کی ناشکری کرنا بھی کفر ہے؟

جواب: عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی تھیں۔ کہا گیا یارسول اللہ! کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی تھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر

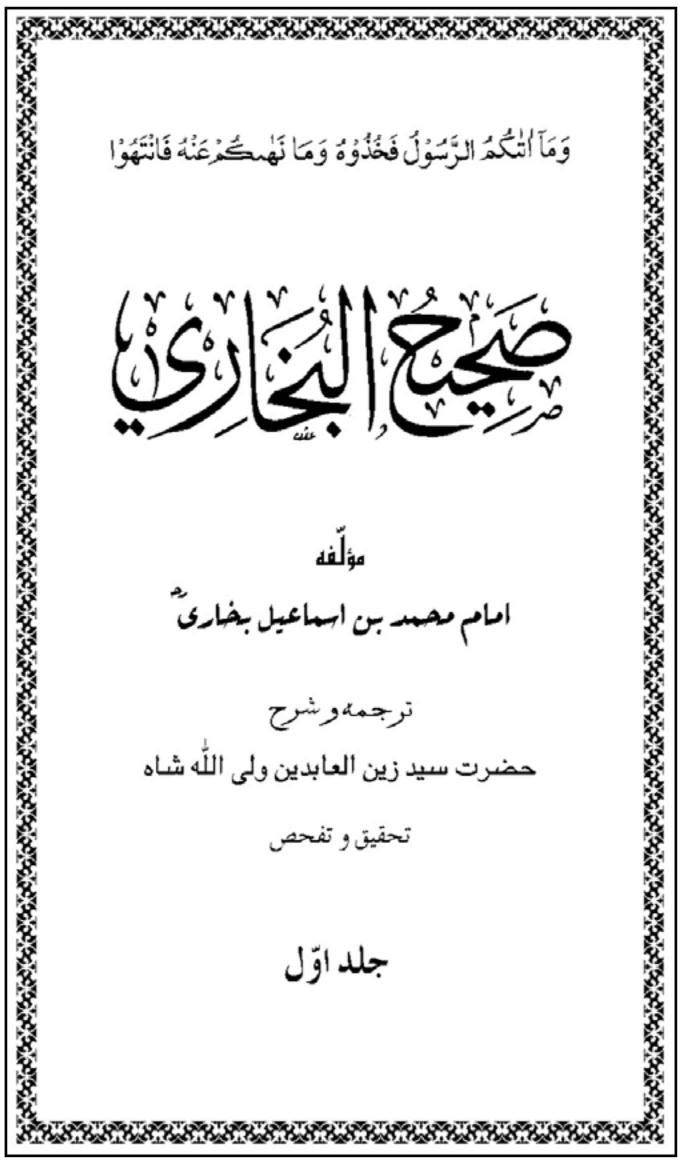

تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہوجائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

سوال: کیا گناہ کا مرتکب شخص کافر ہوجاتا ہے؟

جواب: حضورؐ نے فرمایا: یقیناً تم میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں جاہلیت کی عادات ہیں ان کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:49)

یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کردے گا جس کے لئے وہ چاہے

ایک دوسری آیت ہے: وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (الحجرات 10) اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ (اس آیت میں قتال جیسا گناہِ کبیرہ کرنے والوں کو بھی مؤمن ہی کہا ہے)۔

سوال: آپؐ نے مسلم قاتل و مقتول دونوں کو جہنمی کیوں قرار دیا؟

جواب: آپؐ نے فرمایا جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔

عرض کی گئی یا رسول اللہ! قاتل تو خیر ضرور دوزخی ہونا چاہیے مقتول کیوں؟ فرمایا وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔ تو وہ اپنی نیّت کی وجہ سے جہنمی ٹھہرا۔

سوال: جاہلانہ حرکت سرزد ہونے کی کیا سزا ہے؟

جواب: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے غلام کو ماں کی نسبت سے گالی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس فعل تصدیق کرکے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی، بیشک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ یاد رکھو ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے اپنی کسی حکمت کی بنا پہ انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے۔ پس جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو

تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کے لیے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام لو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔

یعنی جاہلانہ حرکت سرزد ہونے پہ توبہ استغفار ہی ہے۔

سوال: کیا گناہ یعنی ظلم بھی چھوٹے، بڑے ہوتے ہیں؟

جواب: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب سورۃ انعام کی یہ آیت اتری: اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ (الانعام 83) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ذریعے مشکوک نہیں بنایا۔

تو صحابہؓ نے عرض کی ہم میں سے کون ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو؟ تو تب سورۃ لقمان کی یہ آیت اتری: اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ (لقمان:14) یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

یعنی شرک سب سے بڑا گناہ، بقیہ سب گناہ اس سے چھوٹے ہیں۔ گناہ کو اس حدیث میں ظلم کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

سوال: منافق کی علامات کیا ہیں؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے۔ اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ بھی منافق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔

وہ عادات یہ ہیں: جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور بات کرے تو جھوٹ بولے، اور وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور جب لڑائی، جھگڑے کی نوبت ہو تو گالیوں پر اتر آئے۔

سوال: لیلۃ القدر کی عبادات کا اجر کیا ہے؟

جواب: رسولؐ نے فرمایا، جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محض ثواب کی غرض سے ذکر و عبادت میں گزارے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں حضورؐ نے عمل کا نام ہی ایمان بیان فرمایا ہے۔

سوال: کیا جہاد کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے؟

جواب: آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو میری ذات پر ایمان و یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے جہاد کے لئے نکالا ہے۔ میرا ذمہ ہے کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا جنت میں داخل کر دوں شہادت کے ساتھ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اور اگر میں اپنی امت پر یہ بات (جہاد) گراں نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔ اس ارشاد مبارک سے واضح ہے جہاد یقیناً ایمان کا حصہ ہے۔

سوال: رمضان میں روزے رکھنا اور نوافل ادائیگی کا اجر کیا ہے؟

جواب: حضورؐ نے فرمایا جو کوئی رمضان میں ایمان کی ترقی اور ثواب کے لیے روزے رکھے اور عبادت کرے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ تمام قولی اور فعلی عبادتیں ایمان کا حصہ ہیں۔

سوال: کیا دین کے معاملہ میں آسانیاں پیدا کرنی چاہئیں؟

جواب: رسول اللہؐ کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ خالص اور سچا دین پسند ہے، اور اس میں بنی نوع انسان کی خیر خواہی ہو۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ یقیناً اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔

اور حضورؐ نے فرمایا بیشک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب یعنی گراں ہو جائے گا۔ پس اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (یعنی نمازیں سنوار کر ادا کرو)

سوال: کیا نماز ایمان کا جزو ہے؟

جواب: نماز تو ایمان ہی ہے۔

سوال: حضورؐ کو کس نماز کے وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہوا؟

جواب: براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ مدینہ میں آپؐ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپؐ کی خواہش تھی کہ قبلہ خانہ کعبہ کی طرف ہو۔

سب سے پہلی نماز جو آپؐ نے بیت اللہ کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی۔ وہاں آپؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی نکلا اور اس کا مسجد بنو حارثہ کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔

اس نے کہا کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ تو وہ لوگ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔

سوال: تحویل قبلہ سے پہلے کی نمازوں کا معاملہ کیسے ہوگا؟

جواب: صحابہؓ باہم قبلہ کی تبدیلی سے پہلے جو مسلمان انتقال کر چکے تھے، ان کی نمازوں کے معاملہ پر گفتگو کر رہے تھے، تو راوی کہتے ہیں ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کی نمازوں کے بارے میں کیا کہیں۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل کی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (البقرۃ:144)

اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کر دے یقیناً اللہ لوگوں پر بہت مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے (144)

دعا کا تحفہ

خدا تعالیٰ کی کفایت کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے بھی یہی دعا کی تھی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ ﴿۱۷۳﴾

(آل عمران:174)

ہمارے لئے اللہ (کی ذات) کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 39)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرم نصیر احمد شاہد۔ مبلغ انچارج فرانس تحریر کرتے ہیں۔

آج کل موبائل فون زندگی کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے بالخصوص نوجوان طبقہ کا، کہ کسی بھی لمحہ حتیٰ کہ نماز میں بھی وہ اسے جدا نہیں کرنا چاہتے اور بعض لوگ تو سلام پھیرتے ہی فون دیکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ کہیں نماز کے دوران کوئی اہم خبر، میسج یا کال نہ آ گئی ہو بعض اوقات فرض نماز کے بعد درس ہوتا ہے لیکن کچھ نوجوان اس مختصر وقفہ میں بھی فون دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس تناظر میں آپکا مضمون ''موبائل فون اور آداب مساجد'' بہت اہم ہے۔ اللہ کرے کہ فون کے ایسے شیدائی مشین بننے کی بجائے ذکر الٰہی کے شیدائی بن جائیں اور آپ کا مضمون ان کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔ آمین۔ خاکسار کوشش کرے گا کہ یہ مضمون فرانس کے تمام نوجوانوں تک پہنچ جائے۔

• مکرمہ صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں۔

آپ کا مضمون بعنوان ''موبائل فون اور آداب مساجد'' پڑھا۔ اس موضوع پر مضمون کی واقعتاً بہت ضرورت تھی۔ اب جب Covid Pandemic کے بعد مساجد میں پروگرامز کا دوبارہ انعقاد شروع ہوا ہے تو بہت سے لوگ موبائل فونز کا بے جا استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص کر نوجوان بچے بچیاں اور اکثر بڑے بھی موبائل کی بیل آف کرنا بھول جاتے ہیں یا اجتماعات اور جلسہ جات میں بھی فون کا استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مضمون پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مساجد کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین

• مکرمہ نبیلہ رفیق۔ ناروے سے تحریر کرتی ہیں۔

ماشاء اللہ مؤرخہ 27 اگست کے شمارہ میں ''سو سال قبل کا الفضل'' اور اس کا عکس دیکھ کر بہت بھلا لگا۔ اللہ تعالیٰ الفضل کو مزید ترقی دے۔ آج کے اداریے میں جہاں خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی قبولیت اور خدائے رحیم و کریم کی رحمانیت کی ایک جھلک ''عزیزہ ناجیہ'' کی صورت میں نظر آئی ہے وہیں ''تریاق القلوب'' میں سے شامل کی گئی بہت سی معلومات پڑھنے کو ملی ہیں۔ الفضل کا بہت شکریہ کہ اس نے احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح دوبارہ یاد کروا دی ہے۔

انصر رضا۔ واقفِ زندگی، کینیڈا

قومی اسمبلی میں
احمدیت کے مقابلہ میں علماء کی ناکامی کا اعتراف

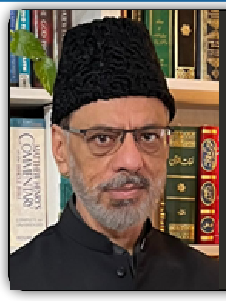

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ 1974 میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں احمدیہ مسلم جماعت کے متعلق ایک خصوصی کمیٹی بنائی گئی جس کی رپورٹ کو ’’قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ‘‘ کا نام دیا گیا۔لیکن بوجوہ اس رپورٹ کو کئی دہائیوں تک خفیہ رکھا گیا۔ اب چند برس پہلے یہ رپورٹ شائع کی گئی ہے۔ اس مضمون میں قارئین الفضل کی ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ ہوا یوں کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث، مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس کمیٹی میں اپنا مؤقف پیش کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ حضورؒ اپنی ٹیم کے ہمراہ مکمل تیاری کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور مخالفین کے دلائل کے پرخچے اُڑا دیئے جس کا ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ آپ لوگ تو خود متعدد فرقوں میں تقسیم اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ آپ کس طرح احمدیہ مسلم جماعت کو کافر قرار دے سکتے ہیں۔ اس کمیٹی کے کچھ ارکان علمائے دین بھی تھے لیکن وہ حضورؒ کی اس بات کا جواب نہ دے سکے جس پر چند اراکین اسمبلی نے ان پر شدید تنقید کی اور اعتراف کیا کہ اُن کے علماء حضورؒ کے دلائل کا جواب نہیں دے سکے اور یہ کہ جب یہ رپورٹ پبلک ہوگی تو ان لوگوں کی بڑی بدنامی ہوگی۔ غالبًا اسی لئے اس رپورٹ کو ایک لمبا عرصہ خفیہ رکھا گیا۔

ایک رکن سردار عنایت الرحمٰن خان عباسی نے کہا:

’’لیکن جو مواد انہوں نے (یعنی احمدیہ مسلم جماعت نے) اس ہاؤس کے سامنے رکھا، ہمارے علماء کرام پر بہت بڑا دھبہ ہے، ایک اتنا بڑا چارج ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اس چارج سے اس دھبہ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے انہیں اپنے عوام کے سامنے آنا چاہئے۔ آپ کے یعنی مفتی صاحب کے جوابات میں نے پڑھے۔طویل ڈکشنری جس میں انہوں نے اپنے تمام علم کا ذخیرہ اکٹھا کر دیا تھا، سب میں نے دیکھا، میں نے پڑھا۔ لیکن کہیں ایک جھلک ان چار جز کی، ان کے حقائق کی جو انہوں نے یہاں پیش کئے، خدا جانے وہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں، اگر وہ جھوٹے بھی ہوں تو عقلی طور پر میں تسلیم کرتا ہوں۔ اب آپ نے اس کی تردید نہیں کی تو میرے پاس کیا جواب ہے۔ میں یہ کہوں کہ ان کے جو دلائل ہیں غلط ہیں جو کہ آپ کے اندرونی فرقوں کے متعلق ہیں۔۔۔‘‘

(قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ پیر 2 ستمبر 1974 صفحہ 2709)

لیکن انہوں نے ابھی اپنی بات شروع کی ہی تھی کہ چند اراکین اسمبلی نے شور مچا کر اور پوائنٹ آف آرڈر اٹھا کر انہیں یہ سب کہنے سے منع کر دیا اور چیئرمین نے بھی ان اراکین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے سردار عنایت الرحمٰن خان عباسی کو علماء پر تنقید کرنے سے منع کر دیا۔ ایک اور رکن اسمبلی، چوہدری جہانگیر علی، نے سردار عنایت الرحمٰن خان عباسی کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے چیئرمین سے درخواست کہ انہیں بولنے دیا جائے لیکن سپیکر نے رولنگ دے کر سردار عباسی کو خاموش کرا دیا۔ اس پر اس زبردستی روکے جانے پر سردار عنایت الرحمٰن خان عباسی نے کہا:

’’چلو رولنگ ہے سپیکر صاحب کی ہے۔ میں صرف اس ضمن میں کہوں گا، تفصیل میں جانا نہیں چاہتا ہوں۔ ہم جو مسلمان ہیں۔ ہم دین سے واقف ہیں جو مناسب جواب ہے اس ہاؤس کے سامنے ہمارے علماء ایک پمفلٹ کی شکل میں لائیں اور ہماری رہنمائی کریں۔‘‘

(قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ پیر 2 ستمبر 1974 صفحہ 2712)

ایک اور رکن اسمبلی، کرنل حبیب احمد، نے عباسی صاحب کی تائید کرتے ہوئے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کا جواب علماء کی طرف سے نہ آنے پر وہ لوگ جو اس تمام کاروائی اور احمدیوں کی کتابیں پڑھیں گے وہ گمراہ ہوجائیں گے۔

’’میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو تقریریں ہوئی ہیں اور جو حضرات اپنا مؤقف بیان کر رہے ہیں وہ اب تمام کتابوں کی شکل میں باہر آجائیں گی اور اس کا زبردست تمام دنیا میں پروپیگنڈہ ہوگا اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اس کو پڑھیں گی۔ یہ ایک مثبت ریکارڈ ہے اور تاقیامت رہے گا اور اس کو تاریخ اور دنیا کی کوئی چیز مٹا نہیں سکے گی۔ اور ہم بھی یہ توقع کر رہے تھے کہ چوہدری صاحب اور ہمارے دوسرے کئی دوستوں نے یہاں پوائنٹ آوٹ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمارے علماء کرام جو یہاں تشریف رکھتے ہیں، مولانا صاحبان جو ہم سے بہت زیادہ اسلامی تعلیم رکھتے ہیں، ہم اس بات کو admit کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن کسی نے یہاں کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا یا دوسری صورت میں پوائنٹ آوٹ نہیں کیا۔ میں نے اپنی کم عقلی کے باوجود پوائنٹ آوٹ کیا تھا کہ انہوں نے یہاں فرمایا تھا کہ اگر یہاں کوئی عالم بیٹھا ہے جو عربی جانتا ہے۔ وہ یہ سمجھے گا کہ عربی میں زیر، زبر، پیش سے کیا مطلب ہوتا ہے اور کیسے مفہوم تبدیل ہوسکتا ہے۔ ہمارے یہ علماء کے لیے اتنا بڑا چیلنج تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے جواب میں۔۔۔عباسی صاحب جو تقریر فرما رہے ہیں وہ نہایت مدلل اور convincing ہے۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ریکارڈ پر بھی آئے گی۔ یہ تاریخ ہے اور ایک اسلامی تاریخ ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے جو جواب یہاں دیئے ان دلائل کو زیر بحث نہ لایا گیا۔ ان کے مؤقف کو جو نہایت خطرناک تھا، ان کے جوابات کتاب کی شکل میں کیوں نہیں آئے۔ چونکہ میرا بیٹا اور اس کا بیٹا، ہماری نسلوں کی نسلیں بھی ان کو پڑھیں گی، ہمارے علماء کے بیانات پڑھیں گے، تو وہ اپنے ذہن میں کیا تصور پیش کریں گے۔ مثلاً میں یہ کہتا ہوں کہ جو عباسی صاحب نے فرمایا وہ درست فرمایا ہے۔ ہمارے کئی دوست اس طرف بیٹھے ہیں اس وقت یہ پوائنٹ آوٹ کیا لیکن کوئی بات نہیں بنی۔ اور ہمارے ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے ایک ایسی معیاری ایڈووکیسی کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میرے نزدیک وہ بھی مجھ سے زیادہ عالم ہوں گے۔ لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ ہمارے علماء میں اس قسم کا کوئی مذاکرہ ہوتا تا کہ ہم کو بھی پتہ ہوتا۔ میں سنی ہوں لیکن خدا گواہ ہے اگر ہم سنی ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم سنی ہیں۔ یہ میری اپنی بات ہے۔‘‘

(قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ پیر 2 ستمبر 1974 صفحہ 2713-2712)

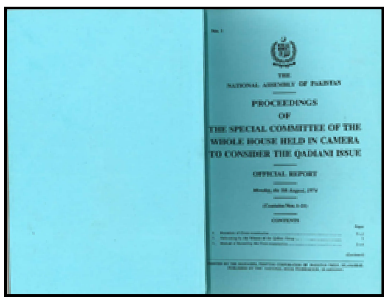

ایک اور رکن اسمبلی ملک محمد جعفر نے ایوان کی توجہ تبلیغ کی طرف دلاتے ہوئے کہا کہ احمدیہ جماعت اس لئے منظم اور طاقتور ہوگئی کہ ہمارے علماء نے تبلیغ کی طرف توجہ نہیں دی۔

’’ملک محمد جعفر: میری آخری تجویز تبلیغ کے متعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں جناب! کہ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے ہمارے علماء کی۔ ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور اس کمزوری کو ماننا چاہئے۔یعنی جس کو ہم کہتے ہیں ختم نبوت، یہ ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے عقیدۂ اسلام میں۔ تو یہ کیونکر ہوا۔ ایک اسلامی معاشرہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور دعوے میں اتنا تضاد، اور اپنے باقی کاروبار بھی، عورتوں کے متعلق بھی، سب چیزوں میں اتنی خرابیاں۔ اور الہام جو ہیں بالکل بےمعنی اور بے ربط ہیں۔ ان ساری چیزوں کے باوجود اسلامی معاشرے میں پڑھے لکھے لوگ، عالم، سیّدوں کے خاندان کے، مولوی نورالدین جیسے لوگ اور مولوی محمد علی، یہ لوگ کیوں اس جماعت میں شامل ہوگئے۔ اگر ہمارے علماء جن کے متعلق قرآن کریم میں حکم ہے مسلمانوں کو کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے۔۔۔یہ علماء کے متعلق ہے۔۔۔ جو لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائے پھر علماء کے متعلق حدیث یہاں بیان ہوئی ہے۔ (عربی) میری امت کے علماء جو ہیں بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ان کا مقام ہے۔ اتنا بڑا مقام۔ ایک غلط مدعی نبوت اسلامی معاشرہ میں پیدا ہوا اور اس کی جماعت ترقی کرتی جائے اور اس حد تک ترقی کر جائے۔ یہ تبلیغ کا فریضہ ہمارے علماء اور باقی لوگوں کو بھی ادا کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نے ادا نہیں کیا۔ ہم نے جب دیکھا کہ وہ بہت بڑے منظم ہوگئے ہیں، طاقتور ہوگئے ہیں، خاصی جمعیت ہوگئی ہے تو یہ شروع ہوگئی تحریک۔ لیکن ساتھ تبلیغ ہونی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے معاشرے میں سے گمراہ ہوگئے۔ یہ خود بھی نہیں ہوئے بیچارے۔ بیشتر ایسے ہیں، میرے خیال میں ایک فیصد بھی نہ رہے ہیں، جو اس وقت شامل ہوئے تھے۔ اب ان کے بیٹے پوتے وغیرہ ہیں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں ہے۔ ہم اگر تبلیغ کا کام کریں صحیح طریقے پر تو کوئی وجہ نہیں، کیونکہ ہمارے پاس حق ہے اور اس طرف باطل ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ حق باطل پر غالب نہ آجائے۔‘‘

(قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ پیر 2 ستمبر 1974 صفحہ 2667-2666)

احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف فیصلہ پر سزا کا اقرار

’’شہزادہ سعید الرشید عباسی: جناب والا میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں جسے پاکستان بننے سے پہلے اور ون یونٹ کے وقت ریاست بہاولپور کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ریاست بہاولپور پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی ریاست تھی۔ یہاں اسلام کا بول بالا تھا اور اسلامی قانون نافذ تھے۔ چنانچہ اس سرزمین پر نواب الحاج صادق محمد خان عباسی کے دور میں ایک بڑا اہم واقعہ پیش آیا۔ یہ ایک مقدمہ تھا جو 1926ء میں دائر ہوا اور جو بعد میں فیصلہ بہاولپور کے نام سے مشہور ہوا۔۔۔ یہ فیصلہ بہاولپور کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف کیا اور اس کی سزا آج تک ہمیں مل رہی ہے۔‘‘

(قومی اسمبلی پاکستان کی قادیانی مسئلہ پر غور کے لئے خصوصی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ پیر 2 ستمبر 1974 صفحہ 2702-2701)

یہ چند اقتباسات مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں ورنہ اس رپورٹ میں کئی ایسی باتیں ہیں جن سے علماء کا آپسی اختلاف، فرقہ واریت اور غیر علماء اراکین اسمبلی کی علماء پر تنقید صاف واضح ہوتی ہے۔

اطہر حفیظ فراز

والد محترم حفیظ احمد چوہدری مرحوم کی یاد میں

3 دسمبر 2021ء بروز جمعہ خاکسار کے والد محترم حفیظ احمد چوہدری صاحب بعمر 77 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ''اذکروا محاسن موتاکم'' کے تحت خاکسار اپنے والد محترم کی زندگی کے صرف چند واقعات ضبط تحریر میں لاکر دوست احباب سے ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

خاکسار کے والد محترم حفیظ احمد چوہدری صاحب ولد چوہدری مرید علی صاحب یکم اپریل 1944ء کو 332JB ڈھنی دیو ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی 23 سال کی عمر میں آپ کی شادی ہماری والدہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ دختر مکرم محمد شریف صاحب کے ساتھ ہوئی والد محترم نے اس دور میں ایلو پیتھک ڈسپنسری بنائی ہوئی تھی اور خدمت خلق کرتے تھے یوں سارے علاقے میں ڈاکٹر حفیظ احمد کے نام سے جانے جاتے تھے۔ 1967ء میں آپ نے بعد تحقیق اور مکمل مطالعہ خود بیعت کی اور سلسلہ احمدیہ میں اہلیہ اور دو بچوں سمیت شامل ہوئے۔ بیعت کرتے ہی دادا جان اور پانچ چچاؤں کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک چچا کے علاوہ باقی چچاؤں نے بھی احمدیت قبول کر لی اور جماعت کے مفید وجود بنے، بہرحال والد محترم ان دنوں گھر سے خالی ہاتھ نکالے گئے، بے شمار اذیتوں اور تکالیف اور سوشل بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑا مگر اپنے عہد بیعت پر قائم رہے۔ پھر آپ نشاط آباد فیصل آباد میں شفٹ ہو گئے اور یہاں پر بھی ڈسپنسری بنائی۔ 1974ء کے فسادات میں جب جلوس ہمارے گھر کی طرف بڑھنے لگا تو ہمارے شریف النفس معزز غیر احمدی ہمسایوں نے بہت تعاون کیا اور میرے والدین کو 6 بچوں سمیت فوری نکل جانے کا مشورہ دیا اور ہمارے گھر کا سامان اپنے گھروں میں منتقل کرلیا خود جلوس کے سامنے ڈٹ گئے کہ ڈاکٹر حفیظ احمد یہاں سے چلے گئے ہیں اور ایک صاحب نے یہ کہا کہ یہ گھر میں نے خرید لیا ہے اگر تم نے آگ ہی لگانی ہے تو پہلے میرے اس گھر کو لگاؤ پھر ادھر آنا اس پر جلوس واپس چلا گیا۔ بعد ازاں خاکسار کے دادا جان نے بھی خلافت ثالثہ کے دور میں دستی بیعت کی اور گھڑسواری میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھوں تمغہ بھی حاصل کیا اور دیگر چار چچا صاحبان بھی احمدی ہو گئے اور الحمد للہ سب مخلص اور فدائی احمدی ہیں۔

دادا جان میرے والد محترم کو بعد میں پنجابی زبان میں کہا کرتے تھے ''ڈاکٹرا ایہہ بیعت ہندی اے حضور دے ہتھ وچ ہتھ دے کے، توں کی کاغذ دے پرزے تے بیعت کیتی سی''۔ یعنی ڈاکٹر یہ بیعت ہوتی ہے حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر، آپ نے کیا کاغذ کے پرزے پر بیعت کی تھی۔

بعد ازاں والد محترم نصیر آباد ربوہ منتقل ہو گئے کچھ عرصہ بطور انسپکٹر انصار اللہ کام کیا اور ملک کے دور دراز علاقوں میں موٹر سائیکل پر دورے کئے اور جماعتی خدمات انجام دیں پھر دارالضیافت میں دس سال تک استقبالیہ میں خدمات انجام دیتے رہے اور بعد میں بھی لمبے عرصے تک مشاورت کے موقع پر دارالضیافت کی انتظامیہ کے بلانے پر آپ کال اطاعت کرتے ہوئے ڈیوٹی کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

اس کے بعد والد محترم نے مختلف کاروبار کئے اور مالی لحاظ سے بھی سلسلہ کی بہت خدمت کی، موصی بھی تھے، بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

1997ء میں جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ناظر تعلیم تھے والد محترم نے ایک سکول بنام احمدیہ پبلک سکول بنایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے منظوری اور دعا کے لئے گئے تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نام تو مجھے بہت پسند ہے مگر رجسٹریشن کے لئے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں بہرحال اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ محکمہ تعلیم نے اس نام کی رجسٹریشن دینے سے انکار کر دیا پھر والد محترم صوبائی محتسب کی عدالت میں معاملہ لے گئے جہاں عدالتی فیصلے پر محکمہ تعلیم کو اسی نام کی رجسٹریشن دینی پڑی۔ یہ سب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی برکت سے ممکن ہوا۔ یہ سکول اب بھی اسی نام سے جاری ہے۔

2005ء میں جب ہمارے محلہ کی بیت الرحمٰن کی توسیع جاری تھی تو اس دوران نمازوں کے لئے والد محترم نے یہی سکول وقف کیا اور قریباً چھ ماہ تک خود نمازیوں کے لئے اہتمام کیا کرتے تھے بلکہ اکثر خود صفائی اور پانی کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔

1993ء میں مجھے جامعہ احمدیہ میں جانے کے لئے بھی میرے والد محترم نے ہی تحریک کی اور نہایت مدلل انداز میں خدمت دین کی افادیت سے آگاہ کیا۔ جب خاکسار نے جامعہ پاس کیا تو اس وقت سے اب تک ہمیشہ یہی تلقین کیا کرتے تھے کہ جب بھی جماعتوں سے زیارت مرکز کے لئے وفود لے کر آؤ تو انھیں ضرور اپنے گھر میں بھی لاؤ اور ان کی بہترین خاطر مدارات کرنا، اپنے حلقہ کے احباب کی خود میز بانی کرنا اس سے مربیان کا امیج اچھا رہتا ہے۔

کہا کرتے تھے جماعتوں میں بھی جب لوگ دعوت دیں تو ضرور ان کو بھی اپنے گھر بلاؤ اور ہر ممکن خدمت کرو اس سے مربیان کا وقار مزید نکھرتا ہے۔ الحمد للہ خاکسار نے 23 سال میں ان ہدایات پر عمل کر کے اس بات کا خود مشاہدہ کیا ہے۔

والد محترم چندہ جات اور دیگر مالی خدمات میں باقاعدہ تھے۔

محلہ کی سطح پر زعیم انصار اللہ اور سیکرٹری امور عامہ کے فرائض بھی ادا کرتے رہے تھے۔ اکثر مستحق افراد کی خاموش مدد کر دیا کرتے تھے آخری چند سالوں میں جب طبیعت میں کمزوری واقع ہوگئی تھی تو کبھی میرے ذریعے اور کبھی دیگر بیٹوں کو رقم دے دینا کہ فلاں بندے کے ہاتھ میں فلاں موقع پر خاموشی سے تھما دینا، ادبی ذوق کے حامل تھے، سکول میں کئی مشاعروں کی خود میزبانی کی، خلافت احمدیہ سے بے پناہ محبت تھی اور خلفائے سلسلہ کی تمام تحریکات پر عمل کرتے تھے، 2008ء خلافت جوبلی کے سال میں میرے پاس کلر کہار آئے اور کہا کہ خلافت کے موضوع پر نظم لکھو اس پر خاکسار نے ''خلافت کے امین ہم ہیں امانت ہم سنبھالیں گے'' لکھی۔ اس نظم کے ابتدائی الفاظ ''خلافت کے امین ہم ہیں'' والد محترم نے

بولے اور خاکسار نے اسی وقت مصرع مکمل کر کے شام تک نظم بھی پیش کر دی تو گویا اس نظم کی تحریک والد صاحب کی طرف سے تھی۔ والد محترم صلح جو شخصیت تھے، ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ سارا خاندان مل جل کر ایک ساتھ پیار محبت سے رہے، نمازوں اور خصوصاً جمعہ کے موقع پر ڈیوٹی دیا کرتے تھے، سلام میں پہل کرتے، مہمان نواز اتنے کہ گھر میں ذاتی، جماعتی یا میرے ساتھ میرے حلقے کے احباب آتے تو کوشش ہوتی تھی کہ جو جو ہو سکے مہمانوں کی تواضع کے لئے لا کر رکھ دیتے، خدا تعالیٰ کی ذات پر بہت زیادہ توکل تھا کبھی بھی کسی گھڑی میں مایوس نہیں ہوئے اور خدا کے فضلوں کا خود مشاہدہ کیا۔

ہم سب بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ میرے بڑے بھائی مکرم خالد حفیظ اظہر صاحب کو ان کی خدمت کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا عطا کرے آمین اور ہمیں اپنے والد محترم کی ان نیکیوں کو زندہ رکھنے اور اپنے اندر منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

والد محترم نے اہلیہ کے علاوہ 5 بیٹے اور 5 بیٹیاں، اور متعدد پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں پڑپوتے پڑ پوتیاں پڑنواسے پڑنواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ کے فضل سے 2 پوتے مربیان ہیں نظارت تعلیم کے تحت کام کر رہے ہیں اور 2 پوتے اور 2 نواسے متعلمین جامعہ احمدیہ ہیں ان کے علاوہ 3 پوتے اور 1 پوتی اور 1 نواسی حفاظ قرآن ہیں۔

غزل

خوشبو میں نہائے ہوئے خوابوں کی طرح ہے
وہ شخص تروتازہ گلابوں کی طرح ہے
انگور کا پانی ہی ضروری نہیں ساقی
دلبر کی زیارت بھی شرابوں کی طرح ہے
اب چونکہ چنانچہ کی ضرورت نہیں کوئی
وہ سارے سوالوں کے جوابوں کی طرح ہے
پوچھے جو کوئی اہل سخن اس کا تعارف
کہنا وہ محبت کے نصابوں کی طرح ہے
دل اس کی محبت میں ہے سرشار مبارک
جس شخص کی محفل بھی ثوابوں کی طرح ہے

مبارک صدیقی۔ لندن

ذیشان محمود۔ سیرالیون

سٹرائیک اور ہڑتال کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا مؤقف

آج کل دنیا کے مختلف ممالک میں خصوصاً پاکستان میں حکومت کے خلاف مظاہرے جاری ہیں، آئے روز ہڑتالوں، فسادوں اور دھرنوں کی بات کی جاتی ہے۔بعض احباب اس سے متعلق جماعتی مؤقف پوچھتے رہتے ہیں۔ جماعتی مؤقف تو قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت واضح ہے۔قرآن وحدیث ہمیں اطاعت حکام کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اور جہاں تک قانون کے مطابق محدود یا مطلق اجازت ہے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اس بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کئی بار خطبات میں ذکر فرما چکے ہیں۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ڈاکٹر محمد دین صاحب بنوں ہسپتال کے انچارج تھے، یہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ 1905ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ دستی بیعت دسمبر 1905ء میں کی۔ بذریعہ خط اپریل 1905ء میں اور دستی دسمبر 1905ء میں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر کی تھی یہ بیعت۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی اور میں میڈیکل کالج لاہور میں سب اسسٹنٹ سرجن کلاس میں پڑھتا تھا۔۔۔۔ لاہور میڈیکل کالج کے ہسپتال اسسٹنٹ کلاس نے جن میں مَیں بھی شامل تھا، 1906ء کے آغاز میں بعض شکایات کی بنا پر سٹرائک کر دی (ہڑتال کر دی) اس میں احمدی میڈیکل طلباء بھی شامل تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے ازراہِ کرم ایک تاکیدی حکم ہمیں بھیجا کہ ایسی تحریکات میں حصہ لینا اسلام کے خلاف ہے اور جماعت احمدیہ کی بھی روایات کے خلاف ہے اس لئے تم سب پرنسپل صاحب سے معافی مانگ کر کالج میں پھر داخل ہو جاؤ۔ ساتھ ہی پرنسپل صاحب میڈیکل کالج کو بھی لکھا اور ساتھ ہی سفارش بھی کی کہ ہماری جماعت کے طلباء کو معافی دے کر پھر داخل کر لیویں۔ چنانچہ ہم پانچوں احمدی طلباء معافی مانگ کر پھر داخل ہو گئے۔ اس پر پیسہ اخبار لاہور نے مسیح کے پانچ حواری کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور احمدی جماعت پر بہت اعتراض کئے۔ لیکن پھر بھی اثر نہیں ہوا، باقی لڑکے بھی اُس کے بعد معافی مانگ کر داخل ہو گئے۔ کہتے ہیں حضورؑ کے بہت سارے خطوط میرے پاس ہیں۔ لیکن جنگِ عظیم کی وجہ سے باہر تھے، وہ گم گئے۔

(ماخوذ از روایات حضرت ڈاکٹر محمد دینؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 53-54)

بہر حال ہڑتال کے بارے میں سٹرائکوں کے بارے میں ہمارا کیا مؤقف ہے اس بارے میں مَیں بڑے واضح طور پر خطبات دے چکا ہوں۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 321-322)

جماعت احمدیہ کا مؤقف

مذکورہ بالا حوالہ سے قبل 25 فروری 2011ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختصراً اس طرف توجہ دلائی تھی جبکہ 1 اپریل 2011ء کو اطاعت اولی الامر کے حوالہ سے مکمل خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔جس میں اس سوال اور اس سے متعلقہ سوالات و اوہام پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ کی جانب سے کی گئی رہنمائی پیش ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض خطوط اور سوالات سے مجھے لگتا ہے کہ بعض لوگوں کو جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر جس کی بنیاد قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر ہے اُس کی واضح طور پر سمجھ نہیں آئی۔ اسے واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے مَیں نے اس بارہ میں کچھ مواد جمع کروایا ہے، کچھ باتیں اکٹھی کی ہیں جو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر قسم کے ابہام دور ہو جائیں۔سب سے بنیادی چیز قرآن کریم ہے۔ اس میں بھی ہمیں دیکھنا ہے کہ قرآن کریم حکمرانوں کے ساتھ تعاون اور اطاعت کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے۔ پھر یہ کہ عمومی فسادات میں ایک مسلمان کا ردّ عمل کیا ہونا چاہئے۔ کس حد تک اُس کو اپنا حق لینے کے لئے حکومت کے خلاف مہم میں حصہ لینا چاہئے۔ پھر احادیث کیا کہتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کیا ارشاد فرمایا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ وَیَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ (النحل:91) یہ حصہ آیت جو ہے ہم ہر جمعہ کو عربی خطبہ میں پڑھتے ہیں۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر قسم کی بے حیائی، ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے تمہیں اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ’’بَغی‘‘ کے لفظ کی وضاحت کی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’بَغی اُس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے‘‘۔ فرمایا ’’حق واجب میں کمی رکھنے کو بَغی کہتے ہیں اور یا حق واجب سے افزونی (زیادتی) کرنا بھی بَغی ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 354)

تو یہ ہے قرآن کریم کے احکامات کی خوبصورت تعلیم کہ ہر پہلو اور ہر طبقے کے لئے حکم رکھتا ہے۔ اس حکم میں یہ خیال نہیں آ سکتا کہ ایک طبقے کو حکم ہے اور دوسرے طبقے کو نہیں ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر تو اس وقت بیان نہیں کر رہا، صرف بغاوت کے لفظ کی ہی وضاحت کرتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے، حق واجب میں کمی کرنے اور حق واجب میں زیادتی کرنے دونوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ یعنی جب حاکم اور محکوم کو حکم دیا جاتا ہے تو دونوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا ہے۔ نہ حاکم اپنے فرائض اور اختیارات میں کمی یا زیادتی کریں، نہ عوام اپنے فرائض میں کمی یا زیادتی کریں۔ اور جو بھی یہ کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والا ہو گا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والا پھر خدا تعالیٰ کی گرفت میں بھی آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ پس آج کل چونکہ عوام حکومتوں کے خلاف سختی سے قدم اٹھانے کا جوش رکھتے ہیں اس لئے عوام کی حد تک آج بات کروں گا۔

احادیث کی روشنی میں

اس بارے میں کئی احادیث ہیں جو حکمرانوں کے غلط رویے کے باوجود عوام الناس کو، مومنین کو صبر کی تلقین کا حکم دیتی ہیں۔ بخاری کتاب الفتن کا ایک باب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یوں فرمانا کہ تم میرے بعد ایسے ایسے کام دیکھو گے جو تم کو بُرے لگیں گے۔ اور عبداللہ بن زید بن عاصمؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے یہ بھی فرمایا: تم ان کاموں پر حوضِ کوثر پر مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔ زید بن وہب نے کہا کہ مَیں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تم میرے بعد دیکھو گے کہ تمہاری حق تلفی کر کے دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ نیز ایسی باتیں دیکھو گے جن کو تم بُرا سمجھو گے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! پھر ایسے وقت میں آپؐ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا: اُس وقت کے حاکموں کو اُن کا حق ادا کرو اور تم اپنا حق اللہ سے مانگو۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبیؐ سترون بعدی اموراً تنکرونھا حدیث نمبر 7052)

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر کی کسی بات کو ناپسند کرے تو اُس کو صبر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے امیر کی اطاعت سے بالشت برابر بھی باہر ہوا تو اُس کی موت جاہلیت کی سی موت ہو گی۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبیؐ سترون بعدی اموراً تنکرونھا حدیث نمبر 7053)

پھر اُسَید بن حُضَیرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فلاں شخص کو حاکم بنا دیا اور مجھ کو حکومت نہیں دی۔ آپؐ نے فرمایا: تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی گئی ہے۔ پس تم قیامت کے دن مجھ سے ملنے تک صبر کئے جاؤ۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبیؐ سترون بعدی اموراً تنکرونھا حدیث نمبر 7057)

سلمہ بن یزید الجعفیؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق مانگیں مگر ہمارا حق ہمیں نہ دیں تو ایسی صورت میں آپؐ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اِعراض کیا۔ اُس نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ آپؐ نے پھر اعراض کیا۔ اُس نے دوسری یا تیسری دفعہ پھر اپنا سوال دہرایا۔ جس پر اشعث بن قیس نے اُنہیں پیچھے کھینچا (یعنی خاموش کروانے کی کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال پسند نہیں آیا)۔ تب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے حالات میں اپنے حکمرانوں کی بات سنو اور اُن کی اطاعت کرو۔ جو ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہے اُس کا مؤاخذہ اُن سے ہو گا اور جو ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے اُس کا مؤاخذہ تم سے ہو گا۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب فی طاعۃ الامراء و ان منعوا الحقوق حدیث نمبر 4782) جُنادہ بن اُمیہؓ نے کہا کہ ہم عُبادہ بن صامتؓ کے پاس گئے۔ وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے ہم سے ایسی حدیث بیان کرو جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ اللہ تم کو اُس کی وجہ سے فائدہ دے۔ اُنہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلا بھیجا۔ ہم نے آپؐ سے بیعت کی۔ آپؐ نے بیعت میں ہمیں ہر حال میں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، تنگی ہو یا آسانی ہو اور حق تلفی میں بھی یہ بیعت لی کہ بات سنیں گے اور مانیں گے۔ آپؐ نے یہ بھی اقرار لیا کہ جو شخص حاکم

بن جائے ہم اُس سے جھگڑا نہ کریں سوائے اس کے کہ تم اعلانیہ اُن کو کفر کرتے دیکھو جس کے خلاف تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة حدیث نمبر 4771)

اِن احادیث میں اُمراء اور حکام کی بے انصافیوں اور خلافِ شرع کاموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن پھر بھی آپؐ نے یہ فرمایا کہ اِن کے خلاف بغاوت کرنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔ حکومت کے خلاف مظاہرے، توڑ پھوڑ اور باغیانہ روش اختیار کرنے والوں کا طرزِ عمل خلافِ شریعت ہے۔

اس آخری حدیث کی مزید وضاحت کر دوں کہ اس حدیث کے آخری الفاظ میں جو عربی کے الفاظ ہیں کہ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ اقرار بھی لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم اُس سے جھگڑا نہیں کریں گے سوائے اس کے کہ تم اعلانیہ اُس کو کفر کرتے ہوئے دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

حدیث کے یہ جو آخری الفاظ ہیں اِن کے معنیٰ بعض سلفی، وہابی اور باقی متشدد دینی جماعتیں یا جو فرقے ہیں وہ یہ لیتے ہیں کہ صرف اُس وقت تک حکّام سے لڑائی جائز نہیں جب تک کہ اُن سے کفر بواح نہیں ظاہر ہو جاتا۔ (کھلا کھلا کفر ظاہر نہیں ہو جاتا) اگر حاکم سے کفر بوّاح نظر آ جائے تو پھر اس کے ازالے کے درپے ہونا اور اُس سے حکمرانی چھین لینا فرض ہے۔ یہی متشدد جماعتیں ہیں جنہوں نے اِس پر یہ دلیل سوچ رکھی ہے کہ حکومتوں کے خلاف بغاوت کی جا سکتی ہے۔ بلکہ بعض اپنے فتووں کو آپس میں ہی اتنا مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فتوے دینے والے یہ کہتے ہیں کہ جن کو ہم نے کافر قرار دے دیا اُن کو جو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ اور کافر کو کافر نہ سمجھے والا بھی کافر ہے۔ تو یہ جو تکفیر ہے اس کا ایک لمبا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔

بہرحال اس حدیث میں اصل الفاظ یہی ہیں کہ تم نے اطاعت کرنی ہے سوائے اس کے کہ ایسی بات کی جائے جو کفر کی بات ہو یا تمہیں کفر پر مجبور کیا جا رہا ہو۔ اس کے علاوہ ہر معاملے میں اطاعت ہونی چاہئے اور اُس صورت میں بھی بغاوت نہیں ہے بلکہ وہ بات نہیں ماننی۔ بہرحال یہ اِن لوگوں کا نظریہ ہے، احمدیوں کا نہیں۔ ہاں اطاعت نہ کرنے کی بعض حالات میں جیسا کہ مَیں نے کہا سوائے اس کے کہ کفر پر مجبور کیا جا رہا ہو، جو ہمیں جماعت میں ایک مثال نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب پاکستان میں یا بعض دوسرے ممالک میں احمدیوں کو کہا جاتا ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلمان نہ کہو تو ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں۔ ہم مسلمان کہتے ہیں۔ یا کلمہ نہ پڑھو۔ ہم پڑھتے ہیں۔ یا ایک دوسرے کو سلام نہ کہو، یا قرآنِ کریم نہ پڑھو۔ تو یہ ہمارے مذہب کا اور دین کا معاملہ ہے۔ اس بارہ میں جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے اطاعت کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں بھی ہم بغاوت نہیں کرتے۔ صرف اِن معاملوں میں ہم کبھی کسی قسم کے قانون کو مان ہی نہیں سکتے کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے حکموں کا معاملہ ہے۔ جہاں تک ملک کے دوسرے قوانین کا تعلق ہے، اس کے باوجود ہر احمدی ہر قانون کی پابندی کرتا ہے۔

آئمہ سلف کا حوالہ

ہمارے نظریہ کی تائید میں پرانے ائمہ میں سے بھی ایک کا حوالہ ہے جو مَیں پیش کرتا ہوں۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت امام النووی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ ’’کفر بواح کا مطلب ظاہر کفر ہے، اور اس حدیث میں کفر سے مراد گناہ ہے‘‘

پھر مزید فرماتے ہیں کہ ’’تم اربابِ حکومت سے اُن کی حکومت کے اندر رہ کر جھگڑا نہ کرو اور نہ اُن پر اعتراض کرو۔ سوائے اس کے کہ تم اُن سے کوئی ایسی بُری بات دیکھو جو ثابت اور متحقق ہو، جس کا بُرا ہونا تم اسلام کے قواعد یعنی قرآن اور حدیث کی رُو سے جانتے ہو۔ اگر تم ایسا دیکھو تو اُن کی اس بات کا بُرا مناؤ اور تم جہاں بھی ہو حق بات کہو۔ لیکن ایسے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا، اُن کے ساتھ لڑائی کرنا، مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے۔ خواہ وہ حکمران فاسق اور ظالم ہوں‘‘۔ لکھتے ہیں کہ ’’اس حدیث کا معنیٰ جو مَیں نے بیان کیا ہے، دیگر احادیثِ نبویہ اس کی تائید کرتی ہیں۔ اہلِ سنت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ فسق کے بناء پر حکمران کو معزول کرنا جائز نہیں۔۔۔۔ علماء کہتے ہیں کہ فاسق اور ظالم حکمران کو معزول نہ کرنے اور اُس کے خلاف لڑائی نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایسی صورت میں مزید فتنے، خونریزی اور آپس میں فساد پیدا ہو گا۔ پس فاسق اور ظالم حکمران کا برسرِاقتدار رہنا کم فساد پیدا کرے گا بہ نسبت اس کے جو اُسے معزول کرنے کی کوشش کے نتیجے میں پیدا ہو گا‘‘

(المنہاج بشرح صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة صفحہ 1430 دار ابن حزم 2002ء)

اور یہ بات آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ سچ ثابت ہو رہی ہے۔ دونوں طرف سے لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ بندوقیں چل رہی ہیں۔ جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ پھر بخاری کی ایک حدیث ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حدود اللہ میں سستی کرنے والے اور حدود اللہ میں گر پڑنے والے افراد کی مثال اُس قوم کی طرح ہے جنہوں نے کشتی کی بابت قرعہ ڈالا جس کے نتیجے میں بعض کشتی کے اوپر والے حصے پر قیام پذیر ہوئے اور بعض کشتی کے نچلے حصے میں۔ جب کشتی کے نچلے حصے والے لوگ اوپر والوں کے پاس سے پانی لے کر گزرتے تھے تو وہ اس سے تکلیف محسوس کرتے تھے۔ جس پر نچلے حصے والوں میں سے ایک نے کلہاڑا پکڑا اور کشتی کے پیندے میں سوراخ کرنے لگا جس سے اوپر کے حصے والے اس کے پاس آئے اور اُس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میرے اوپر جا کر پانی لانے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے اور پانی کے بغیر میرا گزارا نہیں۔ پس اگر اوپر والے اِس کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ اُسے بھی ڈوبنے سے بچا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی ڈوبنے سے بچا لیں گے۔ اگر وہ اسے چھوڑ دیں گے اور کشتی کے پیندے میں سوراخ کرنے دیں گے تو وہ اُسے بھی ہلاک کر دیں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الشہادات باب القرعة فی المشکلات حدیث نمبر 2686)

اس حدیث سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ عوام بدی کرنے والوں کو، بدی کے ارتکاب سے یا غلط کاموں سے زبردستی روک دیں جو درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح باہم جھگڑا اور فساد پیدا ہو جائے گا۔ اگر اس سے مراد حکومت کے خلاف بغاوت لیں تو وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ ارشاد بات ہوتی ہے۔ حدیث یہ ہے۔ دوبارہ واضح کر دوں۔ اگر کشتی والے اُن کا ہاتھ پکڑ لیں تو وہ اسے ڈوبنے سے بچائیں گے اور اپنے آپ کو بھی ڈوبنے سے بچا لیں گے۔ اگر چھوڑ دیں گے تو پیندے میں سوراخ ہو گا وہ آپ بھی ہلاک ہو گا، اُن کو بھی ہلاک کرے گا، اس سے ایک تو یہ لیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فساد پیدا ہو رہا ہو، اگر نقصان پہنچ رہا ہو تو اس کا قلع قمع کرنے کے لئے زبردستی روک دینا جائز ہے لیکن یہ باقی احادیث سے خلاف ہے۔ حکومتوں کے معاملے میں یہ چیز نہیں ہے۔ اس کی تائید میں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے اور اُس کے حوالے سے یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سختی کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی بات فرما ہی نہیں سکتے جو قرآن کی تعلیم کے خلاف ہو۔ یقیناً اس کے سمجھنے میں بھی لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ روایت یہ ہے۔ ’’ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے جو کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے وہ اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اسے طاقت نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے اور یہ طاقت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل سے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔‘‘ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان حدیث نمبر 177) (اس حدیث کی شرح میں) امام ملا علی قاری لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ ناپسندیدہ کام کو ہاتھ سے تبدیل کرنے کا حکم حکمرانوں کے لئے ہے۔ زبان سے تبدیل کرنے کا حکم علماء کے لئے ہے اور دل سے ناپسندیدہ بات کو ناپسند کرنے کا حکم عوامِ مؤمنین کے لئے ہے۔

(مرقاة شرح مشکاة جزء 9 کتاب الاداب باب الامر بالمعروف الفصل الاول حدیث نمبر 5137 صفحہ نمبر 324 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

پس یہ اس حدیث کی بڑی عمدہ وضاحت ہے کہ تین باتیں تو ہیں لیکن تین باتیں تین مختلف طبقوں کے لئے اور صاحبِ اختیار کے لئے ہیں۔ وہاں بھی اگر کشتی میں روکنے کی بات ہے تو اس کو ڈوبنے سے بچانے کے لئے صاحبِ اختیار کو ہی روکنے کا حکم ہے۔ اگر ہر کوئی اس طرح روکنے لگ جائے گا تو پورا ایک فساد پیدا ہو جائے گا۔ اور فساد اور بدامنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ سورۃ البقرہ کی آیت 206 ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اگر یہ مراد لی جائے کہ عوام حکمران کی کسی بات کو ناپسند کریں تو وہ حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور توڑ پھوڑ اور فتنہ و فساد اور قتل و غارت اور بغاوت شروع کر دیں تو یہ مفہوم بھی شریعت کی ہدایت کے مخالف ہے۔ اس بارہ میں قرآنِ کریم کا جو حکم ہے، فیصلہ ہے وہ مَیں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ

(النحل:91)

انبیاء کا حکومتِ وقت کی اطاعت کے بارے میں کیا نمونہ رہا ہے؟ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا میں آئے۔

(کنز العمال کتاب الفضائل باب الثانی فی فضائل سائر الانبیاء ...الفصل الثانی الاکمال جلد 6 صفحہ 219 حدیث 32274 دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء)

قرآنِ کریم نے دو درجن کے قریب انبیاء، بیس پچیس انبیاء کے حالات بیان فرمائے ہیں مگر کسی نبی کی بابت یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اُس نے دنیاوی معاملات میں اپنے علاقے کے حاکمِ وقت کی نافرمانی یا بغاوت کی ہے۔ یا اُس کے خلاف اپنے متبعین کے ساتھ مل کر مظاہرے کئے ہوں یا کوئی توڑ پھوڑ کی ہو۔ دینی امور کے بارے میں تمام انبیاء نے اپنے اپنے علاقوں کے حکمرانوں کے غلط عقائد کی کھل کر تردید کی اور سچے عقائد کی پُرزور تبلیغ کی۔ حضرت یوسفؑ کی مثال لیتا ہوں جو عموماً بیان کی جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بیان کی ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے بھی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی۔ اس کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَاِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۴﴾ (یوسف:4) کہ ہم نے جو یہ قرآن تجھ پر وحی کیا ہے اس کے ذریعے ہم تیرے سامنے ثابت شدہ تاریخی حقائق میں سے بہترین بیان کرتے ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے اس بارہ میں تو غافلوں میں سے تھا۔ثابت شدہ تاریخی حقائق کیا ہیں جو قرآنِ کریم واضح بیان فرما رہا ہے۔سورۃ یوسف میں جو اکثر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات پر مشتمل ہے، اِن حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے کافر بادشاہ فرعونِ مصر کی کابینہ میں وزیرِخزانہ کے طور پر، مال کے نگران کے طور پر کام کیا۔ اگر بادشاہ کو یہ خیال ہوتا کہ یوسف علیہ السلام اس کے وفادار نہیں ہیں اور نعوذ باللہ محض منافقانہ طور پر اس کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ہرگز اپنی کابینہ میں شامل نہ کرتا۔ اور ویسے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ خیال کرنا بھی بے ادبی میں داخل ہے کہ نعوذ باللہ وہ دل سے تو فرعونِ مصر کے خلاف بُغض و عناد رکھتے تھے مگر ظاہری طور پر منافقانہ رنگ میں اُس کی اطاعت کرتے تھے اور اس سے وفاداری کا اظہار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاہُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ (یوسف:77) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔ اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ اپنے بھائی کو بادشاہ کی حکمرانی میں روک لیتا سوائے اس کے کہ اللہ چاہتا۔یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہِ مصر کے قانون کے مطابق اپنے حقیقی بھائی کو مصر میں روکنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھلوا کر شاہی پیمانہ جو تھا اپنے بھائی کے سامان میں رکھوا دیا اور تلاشی لینے پر اُن کے بھائی کے سامان میں سے ہی وہ پیمانہ نکل آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے کافر اور مشرک بادشاہ کے قانون کے پابند تھے۔ دنیاوی معاملات میں حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے قانون کی پابندی اور وفاداری سے اطاعت کے باوجود دینی امور میں اس کے غلط عقائد کی پابندی اور اطاعت نہیں کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم

پھر قرآنِ کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا

(النساء:60)

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام فرماتے ہیں کہ ’’یعنی اللہ اور رسول اور اپنے بادشاہ کی تابعداری کرو‘‘۔ یہ شہادۃ القرآن میں فرمایا۔

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 332)

پھر ایک دفعہ فرمایا کہ:’’یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو‘‘۔ بادشاہوں کی اطاعت اختیار کرو۔

(الحکم 10 فروری 1901ء جلد 5 نمبر 5 صفحہ 1)

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:’’اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقع ہو تو اس امر کو فیصلے کے لئے اللہ اور رسول کے حوالے کرو۔ اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور احسن تاویل ہے‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 596)

فرمایا کہ:’’یعنی اگر تم کسی بات میں تنازع کرو تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف ردّ کرو اور صرف اللہ اور رسول کو حَکم بناؤ، نہ کسی اور کو‘‘

(الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 184)

اور اللہ اور رسول کا فیصلہ جیسا کہ پہلے مَیں بیان کر آیا ہوں یہی ہے کہ عام دنیاوی حالات میں ایک مومن پہ جو بھی حالات گزر جائیں تو بغاوت نہ کرو۔ اگر کفر کو دیکھو یا کفر کا حکم سنو تو اطاعت اُس حد تک واجب ہے جہاں تک اس کے علاوہ باتیں ہیں۔ اِن باتوں میں اطاعت نہیں ہے۔ لیکن بغاوت کی تب بھی اجازت نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن شریف میں حکم ہے اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ یہاں اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ مِنۡکُمۡ میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اُس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اُسے مِنۡکُمۡ میں داخل کرتا ہے۔مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے حکم مان لینے چاہئیں‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 171 ایڈیشن 1988ء)

ظالم حاکم کو بھی برا نہ کہو

فرمایا:’’اگر حاکم ظالم ہو تو اُس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو، خدا اُس کو بدل دے گا یا اُسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے، مؤمن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔

(الحکم 24 مئی 1901ء نمبر 19 جلد 5 صفحہ 9 کالم نمبر 2)

یہ نیکی کے نمونے ہیں جو احمدیوں کو بھی قائم کرنے چاہئیں بلکہ احمدیوں کو ہی قائم کرنے چاہئیں۔ اُولِی الۡاَمۡرِ سے مراد صرف مسلمان حکمران نہیں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’بعض مسلمان غلطی سے اس آیت کے معنیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف مسلمان حکّام کے حق میں ہے کہ اُن کی اطاعت کی جاوے۔ لیکن یہ بات غلط ہے اور قرآنِ کریم کے اصول کے خلاف ہے۔ بیشک اس جگہ لفظ مِنۡکُمۡ کا پایا جاتا ہے۔ مگر مِنۡکُمۡ کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ جو تمہارے ہم مذہب ہوں بلکہ اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ جو تم میں سے بطور حاکم مقرر ہوں۔ مِنۡ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ (الانعام:131)۔ اس آیت میں مِنۡکُمۡ کے معنیٰ اگر ہم مذہب کریں تو اس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ، رسول کفار کے ہم مذہب تھے۔ پس ضروری نہیں کہ مِنۡکُمۡ کے معنیٰ ہم مذہب کے ہوں۔ یہ اور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس جگہ اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ وہ حاکم جو تمہارے ملک کے ہوں یعنی یہ نہیں کہ جو حاکم ہو اُس کی اطاعت کرو بلکہ اُن کی اطاعت کرو جو تمہارا حاکم ہو۔ اور فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ کے یہ معنیٰ نہیں کہ قرآن و حدیث کی رُو سے فیصلہ کر لو۔ بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر حکام کے ساتھ تنازع ہو جائے تو خدا اور اُس کے رسول کے احکام کی طرف اُس کو لوٹا دو۔ اور وہ حکم یہی ہے کہ انسان حکومتِ وقت کو اُس کی غلطی پر آگاہ کر دے۔ اگر وہ نہ مانے تو پھر اللہ تعالیٰ پر معاملہ کو چھوڑ دے۔ وہ خود فیصلہ کرے گا اور ظالم کو اُس کے کردار کی سزا دے گا‘‘

جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں بیان کر آیا ہوں، آپ بھی یہی دلیل دے رہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ’’قرآنِ کریم میں حضرت یوسفؑ کا واقعہ جس طرح بیان ہوا ہے وہ بھی دلالت کرتا ہے کہ حاکم خواہ کسی مذہب کا ہو اُس کی اطاعت ضروری ہے۔ بلکہ اگر اُس کے احکام ایسے شرعی احکام کے مخالف بھی پڑ جاویں جن کا بجالانا حکومت کے ذمہ ہوتا ہے تب بھی اُس کی اطاعت کرے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اُن کے بھائی اُن کے پاس چھوٹے بھائی کو لائے تو وہ اُن کو وہاں کے بادشاہ کے قوانین کی رو سے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے خدا نے اُن کے لئے خود ایک تدبیر کر دی‘‘۔ اسی طرح آپؓ آگے جا کر فرماتے ہیں کہ ’’یہ جو آیت ہے اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ (یوسف:56) اس کے نیچے تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ اس نے اس کی تفسیر بیان کی ہے۔یعنی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ’’ظالم بلکہ کافر بادشاہ کی طرف سے عُہدوں کا قبول کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جو اپنی جان پر اعتبار رکھتا ہے کہ وہ حق کو قائم رکھ سکے گا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ حق کے قیام سے یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی شریعت کو چلا سکے۔ کیونکہ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی کے معاملہ سے ظاہر ہے، کافر کی ملازمت کے لئے یہ شرط نہیں کہ مومن اپنا ذاتی خیال چلا سکے۔ پس حق کی حفاظت سے یہی مراد ہے کہ ظلم کی باتوں میں ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ سے بھی ظاہر ہے کہ خواہ گورنمنٹ کافر ہی کیوں نہ ہو، اُس کی وفاداری ضروری ہے۔

(ترک موالات اور احکام اسلام، بحوالہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 259-260)

حکمرانوں سے اختلاف کی صورت

اس کی مزید وضاحت کہ حکمرانوں سے اختلاف کی صورت میں کیا کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ کیا حکمران صرف مسلمان ہیں جن کی اطاعت کرنی ہے۔ یا یہ جو حکم ہے یہ دونوں کے لئے آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کیا ارشاد فرمایا؟ آپ نے پہلے خلفاء کی بابت فرمایا کہ ’’مَیں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شیوہ بناؤ خواہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر حکمران کیوں نہ ہو۔ جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ لوگوں میں بہت بڑا اختلاف دیکھیں گے۔ پس ایسے وقت میں میری وصیت تمہیں یہی ہے کہ تم میری سنت اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرنا۔ تَمَسَّکُوۡا بِھَا۔ تم اُس سنت کو مضبوطی سے پکڑ لینا اور جس طرح کسی چیز کو دانتوں سے پکڑ لیا جاتا ہے، اسی طرح اس سنت سے چمٹے رہنا اور کبھی اس راستے کو نہ چھوڑنا جو میرا ہے یا میرے خلفاءِ راشدین کا ہو گا‘‘۔ مسند احمد بن حنبل کی یہ حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العرباض بن ساریہ جلد نمبر 5 صفحہ 842 حدیث نمبر 17275 عالم الکتب بیروت 1998ء)

دنیاوی حکام کی اطاعت

اور دنیاوی حُکّام کی بابت کیا تعلیم ہے؟ یہ بخاری میں ہی ہے۔ فرمایا

کہ ''تم میرے بعد ایسے حالات دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ بے انصافی ہو گی''۔ (اس کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے۔ جو دنیاوی حکام ہیں یہ اُن کے لئے ہے۔) ''تمہارے حقوق دبائے جائیں گے اور دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ اور ایسے امور دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایسے حالات میں آپ ہمیں حکم کیا دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اُن کا یعنی ایسے حکمرانوں کا حق اُنہیں دینا اور اپنا حق اللہ سے مانگنا''۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورا تنکرونہا حدیث نمبر 7052)

مسلم میں بھی اس سے ملتی جلتی ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خواہ حکمران بہت ظالم اور غاصب ہو، اُس کی اطاعت کرنی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فی طاعۃ الامراء و ان منعوا الحقوق حدیث نمبر 4782)

پس ظالم حکمران کی بھی اطاعت کا حق ادا کیا جائے۔ اُس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور اُس کی اطاعت سے انکار نہ کیا جائے۔ بلکہ اُس کی تکلیف اور شر کے دور کرنے اور اُس کی اصلاح ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور تضرّع کے ساتھ دعا کی جائے۔

ایک احمدی کی ذمہ داری: اطاعت حکام

ایک احمدی کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے کن شرائط پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے؟ شرط دوم مثلاً یہ ہے کہ ''جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے''

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ''یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 159)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''وَالۡفِتۡنَۃُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ (البقرہ:218) اور بغاوت کو پھیلانا یعنی امن کا خلل انداز ہونا قتل سے بڑھ کر ہے''

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 255)

فرمایا کہ ''اُولِی الۡاَمۡرِ سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔ اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اُس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے''

(ضرورت الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 493)

پھر فرمایا کہ ''خدانخواستہ اگر کسی ایسی جگہ طاعون پھیلے جہاں تم میں سے کوئی ہو تو مَیں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے قوانین کی سب سے پہلے اطاعت کرنے والے تم ہو۔ اکثر مقامات میں سنا گیا ہے کہ پولیس والوں سے مقابلہ ہوا۔ میرے نزدیک گورنمنٹ کے قوانین کے خلاف کرنا بغاوت ہے جو خطرناک جرم ہے۔ ہاں گورنمنٹ کا بیشک یہ فرض ہے کہ وہ ایسے افسر مقرر کرے جو خوش اخلاق، متدیّن اور ملک کے رسم و رواج اور مذہبی پابندیوں سے آگاہ ہوں۔ غرض تم خود ان قوانین پر عمل کرو اور اپنے دوستوں اور ہمسایوں کو اِن قوانین کے فوائد سے آگاہ کرو۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 134 ایڈیشن 1988ء)

ہڑتال میں شمولیت

پھر ایک دفعہ کالج میں، یونیورسٹی میں ایک ہڑتال ہوئی۔ اُس کے بارہ میں فرمایا کہ ''مفسد طلباء کے ساتھ شمولیت کا جو طریق اختیار کیا ہے یہ ہماری تعلیم اور ہمارے مشورہ کے بالکل مخالف ہے۔ لہٰذا وہ اس دن سے اس بغاوت میں شریک ہے۔'' (یعنی جو بھی اپنے ایک عزیز کے بارے میں فرمایا)۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ جب طلباء نے لاہور میں اپنے پروفیسروں کی مخالفت میں سٹرائیک کیا تھا تو جو لڑکے اس جماعت میں شامل تھے اُن کو میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اس مخالفت میں شامل نہ ہوں اور اپنے استادوں سے معافی مانگ کر فوراً کالج میں داخل ہو جاویں۔ چنانچہ انہوں نے میرے حکم کی فرمانبرداری کی اور اپنے کالج میں داخل ہو کر ایک ایسی نیک مثال قائم کی کہ دوسرے طلباء بھی فوراً داخل ہو گئے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 172-173 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی اس بارہ میں کیا وضاحت ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''ہر ایک مسلمان کے لئے اطاعت اللہ و اطاعت الرسول و اطاعت اولی الامر ضروری ہے۔ اگر اولی الامر صریح مخالف فرمانِ الٰہی اور فرمانِ نبوی کی کرے تو بقدر برداشت مسلمان اپنی شخصی و ذاتی معاملات میں اولی الامر کا حکم نہ مانے یا اُس کا ملک چھوڑ دے۔ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ صاف نصّ ہے۔ اُولِی الۡاَمۡرِ میں حکّام و سلطان اول ہیں اور علماء و حکماء دوم درجے پر ہیں''

(البدر نمبر 8 جلد 9، 16 دسمبر 1909ء صفحہ 4 کالم 2)

توجہ دلاؤ جلوس

اب بعض لوگ یہ بھی سوال اُٹھا دیتے ہیں کہ کشمیریوں کے حق میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو جلسہ اور جلوس کیا تھا اور اُس کی اجازت دی تھی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جو طریق تھا یہ بھی وہی طریق ہے جو آج کل حکومت کے خلاف بغاوت ہے اور اس لئے جائز ہے۔ حالانکہ یہ ایک باہر کی آواز تھی۔ جلوس اور جلسے اُن کے حقوق دلوانے کے لئے تھے۔ کوئی لڑائی نہیں تھی۔ کوئی توڑ پھوڑ نہیں تھی۔ حکومت کو توجہ دلائی گئی تھی کہ کشمیریوں کے جو حقوق غصب کئے جا رہے ہیں وہ دیئے جائیں۔ اُن کی جائیدادیں اُن کے نام برائے نام ہیں، اور ساری جائیداد کی جو آمد ہے وہ راجہ کے پاس چلی جاتی ہے تو اُن حقوق کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ اُن کے حقوق اُن کو دلوائے جائیں۔

بہر حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 1929ء میں 29 نومبر کی ہڑتال کے متعلق دریافت کیا گیا کہ احمدیوں کا اس کے متعلق کیا رویہ ہونا چاہئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''ہڑتال میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں، جلسے اور جلوس وغیرہ میں شامل ہو جانا چاہئے''۔ حقوق کے لئے جہاں تک جلسے جلوس کا تعلق ہے ٹھیک ہے کیونکہ اس کی حکومت نے ایک حد تک اجازت دی ہوئی ہے۔ لیکن ہڑتال اور دکانیں بند اور توڑ پھوڑ، یہ چیزیں جائز نہیں۔ پھر ''ایک صاحب نے کہا کہ شہروں میں احمدیوں کی دکانیں چونکہ بہت کم ہوتی ہیں اس لئے اگر وہ کھلی رہیں تو حملہ کا خطرہ ہوتا ہے اور لوگ ڈنڈے سے بند کرواتے ہیں''۔ اس پر فرمایا کہ ''اگر ڈنڈے سے کوئی بند کرائے تو کر دی جائے اور پولیس میں جا کر اطلاع دے دی جائے کہ ہم دکان کھولنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں فلاں آدمی نہیں کھولنے دیتے۔ اگر پولیس حفاظت کا ذمہ لے تو کھول دی جائے ورنہ نہ سہی''

ہڑتال کا نقصان

ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا ہڑتال قانوناً ممنوع ہے؟ تو جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ ''قانون کا سوال نہیں۔ یہ یوں بھی ایک فضول چیز ہے جس سے گاہک اور دکاندار دونوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اب 29 تاریخ کو جو مسلمان باہر سے لاہور یا اپنے قریبی شہروں میں سودا وغیرہ خریدنے جائیں گے وہ مجبوراً ہندوؤں کی دکانوں سے سودا خریدیں گے (کیونکہ مسلمانوں نے ہڑتال کی ہوئی ہے) جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔

(ماخوذ از اخبار الفضل قادیان مؤرخہ 10 دسمبر 1929ء نمبر 47 جلد 17 صفحہ 6 کالم 1)

پھر آپؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ قانون شکنی کی تلقین کرنے والوں سے ہم کبھی تعاون نہیں کر سکتے۔ ''بعض جماعتیں ایسی ہیں جو بغاوت کی تعلیم دیتی ہیں۔ بعض قتل و غارت کی تلقین کرتی ہیں۔ بعض قانون کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔ ان معاملات میں کسی جماعت سے ہمارا تعاون نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ہماری مذہبی تعلیم کے خلاف امور ہیں۔ اور مذہب کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ چاہے ساری گورنمنٹ ہماری دشمن ہو جائے اور جہاں کسی احمدی کو دیکھے اُسے صلیب پر لٹکانا شروع کر دے پھر بھی ہمارا یہ فیصلہ بدل نہیں سکتا کہ قانونِ شریعت اور قانونِ ملک کبھی توڑا نہ جائے۔ اگر اس وجہ سے ہمیں شدید ترین تکلیفیں بھی دی جائیں تب بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے خلاف چلیں''

(الفضل 6 اگست 1935ء جلد 23 نمبر 31 صفحہ 10 کالم 3)

پس ہڑتالوں کے بارہ میں بڑے واضح طور پر یہ سارے احکامات سامنے آ گئے ہیں۔

حکمرانوں کو نصیحت اور تنبیہ

میں نے پہلے بھی حدیث کی وضاحت میں سورۃ البقرہ کی آیت 206 کا ایک حصہ سنایا تھا کہ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ جب زبردستیاں شروع ہوتی ہیں تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت بدقسمتی سے اس فساد کی حالت میں سب سے زیادہ مسلمان ممالک اس کی لپیٹ میں ہیں۔ یہ مکمل آیت جو ہے یوں ہے کہ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ لِیُفۡسِدَ فِیۡہَا وَیُہۡلِکَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ (۲۰۶) (البقرہ:206) اور جب وہ صاحب اختیار ہو جائے تو زمین میں دوڑا پھرتا ہے تا کہ اس میں فساد کرے اور فصل اور نسل کو ہلاک کرے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

تو جب ظالم حکمران ہو جاتے ہیں تو وہ دوسروں کی جو مخالفین ہیں اُن کی جائیدادوں کو، اُن کی فصلوں کو، اُن کی نسلوں کو بے دریغ نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب یہ پوری آیت جو ہے یہ حکمرانوں کو تنبیہ کر رہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک عمومی فرمان بھی ہے کہ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الۡفَسَادَ۔ اس لئے بغاوت کرنے والوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

پس جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ قرآنِ کریم صرف عوام الناس کو یہ حکم نہیں دیتا بلکہ حکمرانوں کو بھی یہی کہتا ہے کہ اپنے اقتدار پر تکبر کر کے ملک میں فساد پیدا نہ کرو۔ عوام کے حقوق تلف نہ کرو۔ امیر اور غریب کے فرق کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ عوام میں بے چینی پیدا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں پھر بغاوت کے حالات پیدا ہوں اور اس طرح تم اپنے اس عمل کی وجہ سے بھی خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ۔

اب دیکھیں جو حالات سامنے آ رہے ہیں، بلا استثناء ہر جگہ یہی آواز اُٹھ رہی ہے کہ قومی دولت لوٹی گئی ہے اور عوام کو اُن کے حقوق سے محروم کیا گیا ہے۔ کس قدر بدقسمتی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر نصیحت کی اور تنبیہ فرمائی تھی، اُنہی میں سے سب سے آگے یہ لوگ ہیں جو آج کل مسلمان ملکوں کے حکمران ہیں، جو اس قسم کی غلط حرکتیں کر رہے ہیں۔ عوام کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری حکمرانوں کی ہے، اُن کی اقتصادیات کی بہتری کی ذمہ داری حکمرانوں کی ہے۔ اُن کی صحت کی ذمہ داری حکمرانوں کی ہے اور اس طرح دوسرے بہت سارے حقوق ہیں۔ غرضیکہ یہ سب حکومتوں کے کام ہیں۔ اُن کو یہ ادا کرنے چاہئیں۔ ان کو سرانجام نہ دے کر یہ لوگ فساد پیدا کر رہے ہیں اور فساد اللہ تعالیٰ کی نظر میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

پس ہمارے حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ کے انعاموں کی قدر کرتے ہوئے اُن اصولوں اور اُسوہ پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کی مثالیں ہم دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب حکومت کی تھی تو کس طرح انصاف قائم فرمایا تھا کہ عیسائی، عیسائیوں کی حکومت دوبارہ قائم ہونے پر رو رو کر یہ دعا کرتے تھے کہ مسلمان دوبارہ ہمارے حکمران بن جائیں۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ مسلمان رعایا مسلمان حکمرانوں کے خلاف کھڑی ہے کہ انصاف قائم نہیں ہو رہا۔ پس اُس تقویٰ کی تلاش کی ضرورت ہے جو آج مسلمانوں میں مفقود ہے، ختم ہو چکا ہے۔ حکمران ہیں یا عوام ہیں دونوں اگر اس اَصل کو پکڑیں گے تو کامیاب ہوں گے۔

احمدی فساد سے بچیں

بہر حال احمدیوں کے لئے یہ واضح ہدایت ہے کہ اپنے آپ کو اس فساد سے بچانا ہے۔ دعائیں کریں۔ اگر دل سے نکلی ہوئی دعائیں ہوں گی تو ایک وقت میں جب اللہ تعالیٰ چاہے گا قبولیت کا درجہ پائیں گی اور ان ظالموں سے اگر ظالم حکمران ہیں تو نجات ملے گی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا ہے۔

آگے بھی جو تبدیلیوں کے بعد حالات نظر آ رہے ہیں وہ شاید عارضی امن کے تو ہوں لیکن مستقل امن کے نہیں ہیں۔ اس طرح جو تبدیلیاں ہوتی ہیں، جو ظلم کر کے اقتداروں پر قبضہ کیا جاتا ہے یا انقلاب لائے جاتے ہیں تو اُن میں بھی ایک مدت کے بعد پھر ظالم حکمران پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک ظالم کے جانے کے بعد دوسرے ظالم آ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کوئی ظالم حکمران کبھی مسلّط نہ کرے۔ اللہ کرے کہ عامۃ المسلمین بھی اور حکمران بھی اپنے اپنے فرائض اور حقوق کو پہچانیں اور پھر اُن کو ادا کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کے سامنے پیش کریں۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 153-166)

فقہی کارنر

میّت کے نام پر قبرستان میں کھانا تقسیم کرنا

ایک شخص نے سوال کیا کہ میت کے ساتھ جو لوگ روٹیاں پکا کر یا اور کوئی شے لے کر باہر قبرستان میں لے جاتے ہیں اور میت کو دفن کرنے کے بعد مساکین میں تقسیم کرتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(حضرت مسیح موعودؑ نے) فرمایا:

سب باتیں نیت پر موقوف ہیں۔ اگر یہ نیّت ہو کہ اس جگہ مساکین جمع ہو جایا کرتے ہیں اور مردے کو صدقہ پہنچ سکتا ہے۔ ادھر وہ دفن اُدھر مساکین کو صدقہ دے دیا جاوے تو یہ ایک عمدہ بات ہے لیکن اگر صرف رسم کے طور پر یہ کام کیا جاوے تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثواب نہ مردے کے لئے اور نہ دینے والوں کے واسطے اس میں کچھ فائدے کی بات ہے۔

(بدر 16 فروری 1906ء صفحہ 2)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

شخص نہیں شخصیت بنیں

’’شخص نہیں شخصیت بننے کی کوشش کرو کیونکہ ایک شخص تو مر جاتا ہے مگر شخصیت زندہ رہتی ہے‘‘ قائد اعظم، محمد علی جناح کا یہ کسی قدر غیر معروف مگر انتہائی شاندار قول ہے۔

ایک نامور اور قابل قدر شخصیت کون نہیں کہلانا چاہتا جس کو لوگ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھیں اور عزت دیں۔ ہوسکتا ہے آپ کسی ادارے، برادری یا جماعت کے سربراہ ہونے کی وجہ سے اپنی ذہانت یا کام کرنے کی صلاحیت یا معاملہ فہمی یا پھر ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ قائدانہ صلاحیت کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں لیکن ایک مکمل طور پر قابل عزت شخصیت ہونا کچھ اور معنی رکھتا ہے کیونکہ عزت ملتی نہیں کمائی جاتی ہے اس کے لئے بہت سا تردد اور لگن درکار ہوتی ہے اور کچھ لوازمات ایسے ہیں جن کے بغیر ایک مکمل طور پر قابل قدر اور قائدانہ صلاحیتوں سے لبریز شخصیت نہیں بن سکتی۔

کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

7/ستمبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:48	18:31
مدینہ منورہ	04:46	18:34
قادیان	04:44	18:45
ربوہ	04:24	18:25
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:56	19:36